ماہنامہ
جہد حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
HRCP

Registered No. CPL-13

(قیمت 10 روپے)

جلد نمبر 29 ...... شمارہ نمبر 07 ...... جولائی 2022

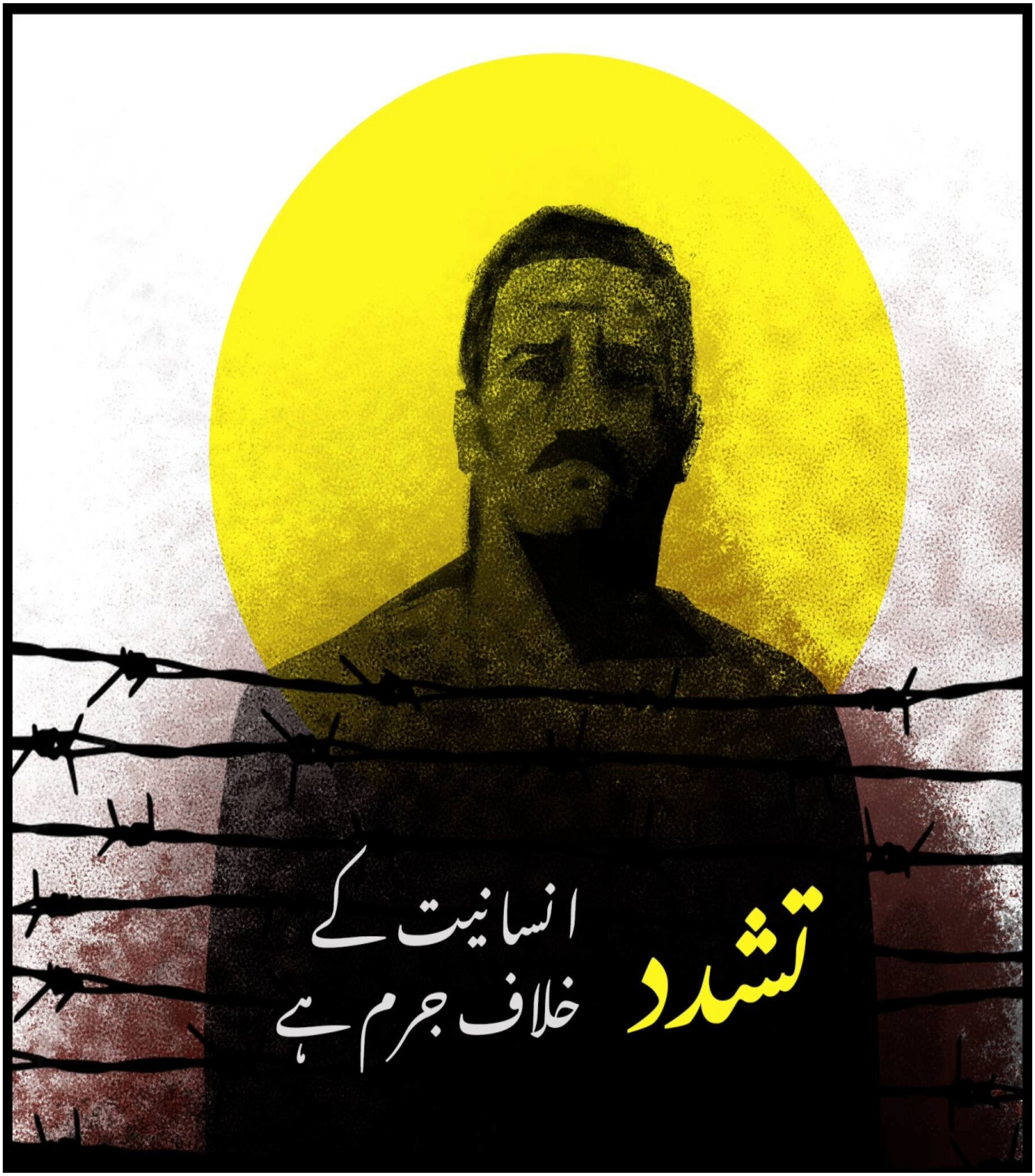

ایذا رسانی میں ملوث مجرموں کا کڑا محاسبہ کیا جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) ایذا رسانی کے متاثرین کی حمایت کا عالمی دن منا رہا ہے اور اس گھناؤنے عمل کی مذمت کا اعادہ کرتا ہے، جس کی ممانعت ہر حال میں ضروری ہے۔ انسانی حقوق کی یہ خلاف ورزی ہمارے فوجداری نظام انصاف کے ساتھ ساتھ ہمارے قانونی ڈھانچے میں بڑے پیمانے پر موجود ہے، اور مکمل استثنیٰ کے ساتھ جاری ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ایذا رسانی کو کسی صورت باجواز قرار نہیں دیا جا سکتا: نہ جنگ کی حالت، نہ سیاسی عدم استحکام اور نہ ہی اعلیٰ حکام کا حکم اسے جائز قرار دے سکتا ہے کیونکہ ایذا رسانی کا عمل قانون کی حکمرانی کی بنیاد کے منافی ہے۔

ہمارے فوجداری انصاف کے نظام میں تشدد کے بے تحاشہ استعمال کو ایچ آر سی پی سمیت سول سوسائٹی کی مختلف تنظیموں نے بڑے پیمانے پر رقم کیا ہے اور یہ رجحان برسوں سے جاری رہا ہے جس کا کوئی ازالہ نہیں ہوا، خاص طور پر پولیس لاک اپ اور جیلوں میں۔ بچے، خواتین اور کم آمدنی والے طبقے خاص طور پر اس طرح کے استحصال کا شکار ہیں اور انہیں مدد یا معاوضے کی بہت کم امید ہے۔ تشدد کی نوعیت ایسی ہے کہ اس کا شکار بالخصوص پسماندہ طبقے سے تعلق رکھنے والے اس ظالمانہ اور غیر انسانی سلوک سے مزید کمزور ہو جاتے ہیں۔ جو نظام اس کی اجازت دیتا ہے وہ بھی توسیع سے کم ہوتا ہے، اور بالآخر، خود ریاست۔ یہ غلط فہمی کہ تشدد تفتیش یا سزا کا ایک قابل قبول اور مؤثر ذریعہ ہے ناقابل برداشت ہے اور تشدد میں ملوث ریاستی اہلکاروں کے احتساب کے جمہوری نظام کی صورت میں اسے ہر سطح پر چیلنج کیا جانا چاہیے۔

ریاستِ پاکستان نے 2010 میں ایذا رسانی کے خلاف اقوامِ متحدہ کے کنونشن کی توثیق کی تھی، جس کے بعد ریاست پر ایذا رسانی کو جرم قرار دینا واجب ہو گیا تھا۔ تاہم، اس عمل میں خاصی تاخیر ہوئی ہے: سینیٹ نے 2021 میں ایذا رسانی اور حراستی موت (روک تھام اور سزا) بل منظور کیا تھا، جس کو ایذا رسانی کی ایک جامع تعریف فراہم کرنے پر سراہا گیا تھا جس کی پاکستان پینل کوڈ میں کمی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کو تشدد کے مقدمات کی تحقیقات کا اختیار بھی ملا۔ افسوس کہ یہ بل ابھی تک قومی اسمبلی سے منظور نہیں ہو سکا۔ اس کے بجائے، بعض ڈھانچے پاکستان کے قانونی ڈھانچے میں گھس چکے ہیں جو ملک کے حراستی مراکز میں تشدد کے استعمال کی اجازت اور فروغ دیتے ہیں، جہاں سے تشدد اور حراست سے ہونے والی ہلاکتوں کے بارے میں کے حصول کی اجازت نہیں۔ عدالتی کارروائی کے نتیجے میں پتا چلا کہ وہاں کئی لاپتہ افراد کو غیر قانونی طور پر حراست میں رکھا گیا ہے، اور پشاور ہائی کورٹ نے بھی ان مراکز کو بند کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ انہیں صوبائی پولیس کے حوالے کر کے جیل مینوئل کے تحت چلایا جائے۔ تاہم، سپریم کورٹ نے حکم امتناعی دے دیا، اور کیس دسمبر 2019 میں آخری سماعت کے بعد سے ابھی تک زیر التوا ہے۔ درخواست کی سماعت ترجیحی بنیادوں پر کی جانی چاہیے، اور ایسے قانونی نظام کو ختم کیا جانا چاہیے جو تشدد کو فروغ دیتے ہوں۔ بنیادی انسانی حقوق کی اس طرح کی ظالمانہ اور غیر انسانی خلاف ورزی کو روکنے کے لیے ایذا رسانی و حراستی موت (روک تھام اور سزا) بل کو عملی جامہ پہنانا بھی انتہائی ضروری ہے۔

ایچ آر سی پی ایذا رسانی کے متاثرین کے ساتھ کھڑا ہے، اور ریاست سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ انہیں معاوضہ فراہم کرے اور تشدد کے اس کلچر کو ختم کرنے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں اور شہریوں کے درمیان اعتماد کی تجدید کے لیے مجرموں کا کڑا احتساب کرے۔ مزید برآں، ایچ آر سی پی اس بات کو دہراتا ہے کہ ظالمانہ، غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک یا سزا کے خلاف تحفظ کا حق تمام حالات میں لاگو ہوتا ہے، بغیر کسی استثناء کے، کیونکہ یہ ایک مہذب ریاست ہونے کا بنیادی تقاضا ہے۔

حنا جیلانی

چیئرپرسن

فہرست

'پولیس حراست میں آرام تب ملتا تھا جب اہلکار چھاپے پر جاتے' 06

سماج: جھول میں تبدیلی کی لہریں 07

راولپنڈی سے بلوچ طالبعلم لاپتہ، 31 'بلوچ طالبعلم جبری طور پر لاپتہ کیے گئے ہیں' 09

ایذارسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا تضحیک آمیز سلوک یا سزا کے خلاف میثاق 11

2021 کے دوران گلگت بلتستان اور آزاد جموں وکشمیر میں بنیادی آزادیوں کی صورت حال 17

خواتین اساتذہ کو تنخواہوں کی عدم ادائیگی 21

آن لائن تضحیک نوعمروں میں خودکشی کے خیالات بڑھا سکتی ہے، تحقیق 22

معاشی استحکام، سیاسی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے: ایچ آر سی پی

اپنے ششماہی اجلاس کے اختتام پر، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی انتظامی کونسل نے ملک میں جاری سیاسی انتشار پر تشویش کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ رجحان جمہوریت، پارلیمان کی بالادستی اور دستور پسندی کے لیے مہلک ہے۔ بالکل اسی طرح، کمیشن نے اُبھرتے ہوئے معاشی عدم استحکام، آسمان کو چھوتی مہنگائی اور خوراک کے عدم تحفظ جو کہ مزدور اور متوسط طبقے پر شدید اثر انداز ہو رہا ہے، پر بھی فکرمندی کا اظہار کیا ہے۔ ملک کا سب سے بڑا صوبہ پنجاب سیاسی بے یقینی کا شکار ہے۔ ایچ آر سی پی نے ملک کو درپیش اہم مسائل پر غیر جانبدارانہ اتفاق رائے کا مطالبہ کیا ہے۔

کونسل نے آبادی کو درپیش انسانی حقوق کے متعدد سنگین مسائل اجاگر کیے جن میں گلگت بلتستان میں موسمیاتی تبدیلی کے اثرات جن کا مشاہدہ حال ہی میں گلیشئر کے پگھلنے سے آنے والے سیلاب سے ہوا، پنجاب میں شدید گرمی کی حالیہ لہر، سندھ اور بلوچستان میں پانی کی شدید قلت، جس کے نتیجے میں صوبائی تنازعات جنم لے رہے ہیں، نقل مکانی اور ذرائع معاش کا نقصان شامل ہیں۔

کونسل کے مشاہدے میں آیا ہے کہ پاکستان بھر میں پرامن مظاہرین کے خلاف پولیس کی بربریت کے واقعات شدت اختیار کرتے جا رہے ہیں اور ریاست مخالف الزامات پر کارکنوں اور سیاسی کارکنوں کی گرفتاریاں معمول کی کارروائی بن گئی ہیں۔ آزادیِ صحافت مسلسل دباؤ میں ہے اور صحافیوں کو مسلسل نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ریاست کو بلا جواز تشدد سے رجوع کرنے کے بجائے اظہارِ رائے کی آزادی، انجمن اور پرامن اجتماع کے حقوق کا احترام کرنا چاہیے۔

ایچ آر سی پی حکومت کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کروانا چاہتا ہے کہ جبری گمشدگیوں کے واقعات میں کوئی کمی نہیں آئی، خاص کر بلوچستان، سندھ اور کے پی میں جو بات زیادہ تشویش کا باعث ہے وہ یہ ہے کہ بلوچ اور پشتون طلبا کی جبری گمشدگی کے واقعات بڑھ گئے ہیں۔ ایچ آر سی پی اپنے اس مطالبے کا اعادہ کرتا ہے کہ جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دیا جائے اور ریاست تمام افراد کو جبری گمشدگیوں سے تحفظ فراہم کرنیکے کنونشن کی توثیق کرے۔

خواتین اور خواجہ سرا افراد کے خلاف تشدد میں کمی کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیے۔ مذہبی اور فرقہ ورانہ اقلیتیں اب بھی غیر محفوظ ہیں اور سیالکوٹ اور میاں چنوں میں ہجوم کے ہاتھوں ہلاکتوں، پشاور میں شیعہ عبادت گزاروں پر حملہ اور احمدیوں کی قبروں کی بے حرمتی جیسے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایچ آر سی پی ریاست سے مطالبہ کرتا ہے کہ مذہبی انتہا پسندی کی بڑھتی لہر پر قابو پایا جائے اور سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ تصدق جیلانی کے 2014 کے فیصلے کی روشنی میں اقلیتوں کے قومی کمیشن کو آئینی درجہ دے تاکہ یہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر سکے۔

ایچ آر سی پی سندھ سٹوڈنٹس یونینز بل کی منظوری، اور پی ڈی ایم ایز کے قیام کی منسوخی اور پیکا پر نظر ثانی کے فیصلوں کا خیر مقدم کرتا ہے۔ تاہم، تحریکِ عدم اعتماد کی منظوری کے بعد سے مختلف پارلیمانی کمیٹیوں کی نشستیں اب بھی خالی ہیں جبکہ این سی ایچ آر اور این سی ایس ڈبلیو وسائل کی کمی کا شکار ہیں اور اسی وجہ سے مکمل طور پر فعال نہیں ہیں۔ ایچ آر سی پی اسلامی نظریاتی کونسل کے ان بیانات پر بھی سوال اٹھاتا ہے جس میں اس نے کم عمری کی شادیوں پر اسلام آباد ہائی کورٹ کے بیانات پر تنقید کی تھی۔

گلگت بلتستان کو صوبہ بنانے کا وعدہ پورا کیا جائے۔ کونسل نے پارلیمان کو اعتماد میں لیے بغیر افغانستان میں جنگجو گروہوں کے ساتھ 'خفیہ مذاکرات' پر تنقید کی۔ ایچ آر سی پی یہ بھی مطالبہ کرتا ہے کہ ریاست 1951 کے مہاجر کنونشن اور اس کے 1967 کے پروٹوکول کی منظوری دے اور مہاجرین کے حقوق کے لیے قانون سازی کرے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 18 جون 2022]

وفاق کو جی بی کی سیاسی، آئینی، اور معاشی محرومیوں کا خاتمہ کرنا ہوگا
ایچ آر سی پی کا فیکٹ فائنڈنگ مشن اپنے اختتام کو پہنچا

گلگت بلتستان (جی بی) کے لیے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کا اعلیٰ سطحی فیکٹ فائنڈنگ مشن اپنے اختتام کو پہنچا۔ مشن میں کونسل کے اراکین سلیمہ ہاشمی اور مظفر حسین، سینئر صحافی غازی صلاح الدین، اور ایچ آر سی پی کے ریجنل کوآرڈینیٹر اسرار الدین شامل تھے۔

جی بی کے اپنے پانچ روزہ دورے کے دوران، مشن کو معلوم ہوا کہ خطے میں انسانی حقوق کی صورتحال ابتر ہے۔ سیاسی کارکنوں، انسانی حقوق کے دفاع کاروں، قانونی برادری اور مذہبی قیادت نے وفاق کی جانب سے جی بی کو ملک کا حصہ بنانے میں وفاق کی ناکامی پر مایوسی کا اظہار کیا۔ مشن نے جن حلقوں سے گفتگو کی ان کا خیال تھا کہ جی بی کو کم از کم عارضی صوبے کا درجہ ضرور دیا جائے یا آخری چارے کے طور پر آزاد جموں و کشمیر جیسا نظامِ حکومت دیا جائے۔

مشن سے ملنے والی سیاسی قیادت نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ کو اِس خطے میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کو یقینی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ وفاق میں شروع ہونے والے انتخابی اصلاحات کے عمل میں جی بی کو بھی شامل کیا جائے۔ اس کے علاوہ، یہ حقیقت کہ اعلیٰ عدلیہ میں تقرریاں وزیر اعظم کی طرف سے کی جاتی ہیں، گلگت بلتستان کی عدلیہ کی آزادی، وقار اور غیر جانبداری پر سوالیہ نشان ہے، اور اِس سے ادارے پر عوام کا اعتماد باقی نہیں رہتا۔

یہ انتہائی تشویشناک بات ہے کہ جی بی میں آزادیِ اظہار اور پرامن اجتماع کو بدستور خطرہ لاحق ہے: انسانی حقوق کے دفاع کاروں، سیاسی کارکنان اور طلباء پر انسداد دہشت گردی اور سائبر کرائم قوانین، خاص طور پر چوتھے شیڈول کے تحت مقدمات کے اندراج کا سلسلہ جاری ہے۔

موصول شدہ شواہد کی بنیاد پر، مشن کا خیال ہے کہ اسٹیٹ سبجیکٹ رُول (State Subject Rule) کے خاتمے نے ملک کے دیگر علاقوں کی نجی کارپوریشنوں اور غیر مقامی باشندوں کے ہاتھوں مقامی قدرتی وسائل کے استحصال کی راہ ہموار کی ہے۔ اس کی وجہ سے خطے کی آبادی میں ردّوبدل ہو رہا ہے جس سے مقامی باشندوں کی پریشانی میں اضافہ ہوا ہے، جو یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ جی بی کو ترقیاتی منصوبوں سے باہر رکھا جا رہا ہے، بنیادی طور پر ان منصوبوں سے جو چین۔پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک) کے تحت شروع کیے جا رہے ہیں۔

مشن خاص طور پر جی بی کے مختلف حصوں بالخصوص ضلع غذر میں خودکشی کے واقعات میں شدید اضافے سے پریشان ہے۔ اِن متاثرین کی بڑی تعداد خواتین پر مشتمل ہے، اور مشن کے پاس یہ ماننے کے لیے شواہد موجود ہیں کہ غیرت کے نام پر قتل کے کچھ واقعات کو خودکشی کا رنگ دے کر دبا دیا گیا۔

مشن کو یہ جان کر سخت تشویش ہوئی کہ 2010 کی عطا آباد جھیل کے حادثے کے متاثرین کو ابھی تک معاوضہ نہیں ملا اور نہ ہی ان کی بحالیِ نو کی گئی۔ شیشپر گلیشیر کے پگھلنے سے آنے والے سیلاب نے بھی ایک درجن سے زائد خاندانوں کو بکھیر کیا اور اس حوالے سے ایک تشویشناک الزام یہ سامنے آیا ہے کہ ایک سرکاری ادارے نے اپنی آرام گاہ کو بچانے کے لیے پانی کے بہاؤ کا رخ گاؤں کی طرف موڑ دیا۔

کارگل جنگ سے متاثر ہونے والے لوگوں سے ملاقات کے دوران، مشن کو معلوم ہوا کہ انہیں ابھی تک ان کے گھروں اور ذرائع معاش کے نقصانات کا معاوضہ نہیں دیا گیا۔ متاثرین نے الزام لگایا کہ سویلین اور فوجی حکام متاثرین کی شکایات کے ازالے کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالنے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ متاثرین نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ سیکیورٹی فورسز نے ان کے علاقے میں بارودی سرنگیں بچھا دی تھیں، جس کی وجہ سے وہ اپنے آبائی گھروں میں واپس نہیں جا سکتے۔

مشن کے نتائج اور سفارشات پر مشتمل ایک تفصیلی رپورٹ جلد از جلد جاری کی جائے گی۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 08 جون 2022]

ایچ آر سی پی بلوچ طلباء کے ساتھ کھڑا ہے اور ان کی جبری گمشدگی میں ملوث عناصر کے محاسبے کا مطالبہ کرتا ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے کراچی یونیورسٹی کے بلوچ طلباء کے اغوا اور ان کے ساتھ واقعے کے حالیہ سلسلے کی شدید مذمت کی ہے۔ ان طالب علموں کو مبینہ طور پر قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں نے اٹھایا، اور جن لوگوں نے ان کی رہائی کا مطالبہ کیا انہیں بدسلوکی کا نشانہ بنایا گیا اور گرفتار کیا گیا۔ دو طالب علموں کے حوالے سے جنہیں ان کے رشتہ داروں اور سول سوسائٹی کے دباؤ کے بعد رہا کیا گیا ہے، یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کی رہائی کے وقت تک ان کا ٹھکانہ معلوم نہیں تھا۔ اس طرح کی جبری گمشدگیاں نہ صرف غیر قانونی ہیں بلکہ غیر انسانی ہیں۔

ایچ آر سی پی نے 13 جون کو سندھ پولیس کی جانب سے لاپتہ ہونے والے طلباء کے رشتہ داروں، کارکنوں اور دوستوں کے خلاف بہت زیادہ طاقت کے استعمال پر بھی گہری تشویش کا اظہار کیا۔ یہ پرامن مظاہرین، جن میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے، سندھ اسمبلی کے باہر اپنے پیاروں کی بحفاظت بازیابی کا مطالبہ کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے، لیکن پولیس نے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا اور زبردستی منتشر کیا۔

ہم اپنے مطالبے کا اعادہ کرتے ہیں کہ جبری گمشدگیوں کو جبری گمشدگی سے تمام افراد کے تحفظ کے بین الاقوامی کنونشن کی مطابقت میں جرم قرار دیا جائے۔ نہ صرف اس گھناؤنے عمل کو ایک الگ، خودمختار جرم کے طور پر تسلیم کیا جانا چاہیے اور مجرموں کا سخت محاسبہ ہونا چاہیے، بلکہ متاثرین اور ان کے خاندانوں کو تمام نقصانات کا معاوضہ ملنا چاہیے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 14 جون 2022]

پرامن اجتماعات پر پابندی کے نوآبادیاتی قوانین منسوخ کیے جائیں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے پاکستان میں پرامن اجتماع کی آزادی: قانون سازی کا جائزہ کے عنوان سے اپنی تحقیقی رپورٹ جاری کی ہے۔

تحقیق میں نوآبادیاتی دور کے فرسودہ قوانین پر نظرثانی کرنے اور متعدد کو منسوخ کرنے اور پولیسنگ کے قدیم طریق ہائے کار ترک کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ اس میں مقننہ، انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کو بڑی مفصل سفارشات پیش کی گئی ہیں تاکہ وہ انسانی حقوق کے عالمی معیارات کے مطابق پرامن اجتماع کے حق کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔ حنا جیلانی، فرحت اللہ بابر، حبیب طاہر، ریما عمر اور سروپ اعجاز پر مشتمل ایک اعلیٰ سطحی ورکنگ گروپ نے ایچ آر سی پی کی مدد کی جبکہ تحقیقی کام کا بیڑہ اسفندیار وڑائچ نے اٹھایا۔

پرامن اجتماع کا حق کسی بھی جمہوری معاشرے کی اساس ہوتی ہے۔ تحقیق میں پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 16 میں درج اِس حق کا تجزیہ کیا گیا ہے، نیز اس پر اثر انداز ہونے والی قانونی دفعات اور قواعد وضوابط کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ، اس تحقیق کے ذریعے، ایچ آر سی پی نے 2010 سے 2020 کے درمیان ہونے والے اجتماعات کا خاکہ کھینچنے کے قابل ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ 858 اجتماعات میں سے کم از کم 392 پر ناجائز قدغنیں لگائی گئیں: اِن میں طاقت کا ضرورت سے زائد استعمال، من مانی اور سیاسی بنیادوں پر کی گئی گرفتاریاں اور نظربندیاں، فوجداری یا دہشت گردی کے الزامات کے تحت مقدمات کا اندراج، اور بغیر کسی معقول وجہ کے طویل مدت کے لیے اجتماعات پر پابندیاں شامل ہیں۔

تحقیقی مطالعے نے تجویز کیا ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے کام کے طریقوں میں بہتری لائی جائے اور اِس ضمن میں انہیں انسانی حقوق اور ہجوم کو کنٹرول کرنے کے بہتر طریقوں کے بارے میں تربیت دی جائے جس میں انہیں باور کرایا جائے کہ وہ طاقت کا کم سے کم استعمال کیا کریں؛ اجتماعات تک مرکزی اور ڈیجیٹل میڈیا کی آزادانہ رسائی کو یقینی بنایا جائے؛

اور راستے بند کرنے یا مواد سے متعلق پابندیاں لگانے کی بجائے تقریر کی آزادی اور تمام اجتماعات کی آزادانہ نقل وحرکت کو یقینی بنایا جائے۔

رپورٹ درج ذیل لنک پر دستیاب ہے:

https://hrcp-web.org/hrcpweb/wp-content/uploads/2020/09/2022-Freedom-of-peaceful-assembly-in-Pakistan.pdf

[پریس ریلیز۔لاہور۔20 جون 2022]

ایذا رسانی اور تشدد کا خاتمہ یقینی بنایا جائے

ایذا رسانی کے متاثرین کے ساتھ یکجہتی کے عالمی دن کے موقع پر، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے اپنے مطالبے کا اعادہ کیا ہے کہ ریاست ایذا رسانی کو جرم قرار دے جو کہ 2010 میں ایذا رسانی کے معاہدے کی توثیق کے بعد پاکستان کی ذمہ داری ہے۔ نہ حالتِ جنگ، نہ سیاسی عدم استحکام اور نہ ہی کسی اعلیٰ اتھارٹی کا حکم ایذا رسانی کو جائز قرار دے سکتا ہے جو کہ قانون کی حکمرانی کے بنیادی اصول کے منافی فعل ہے۔

اگرچہ سینٹ نے 2021 میں ایذا رسانی اور حراستی موت (روک تھام اور خاتمہ) بل کی منظوری دی تھی، مگر ایچ آر سی پی کو افسوس ہے کہ قومی اسمبلی نے ابھی تک بل منظور نہیں کیا۔ اس بل کو قانون کا درجہ دینے میں اتنی زیادہ تاخیر ہمیں پیچھے کی طرف لے جائے گی کیونکہ بل نہ صرف ایذا رسانی کی جامع تعریف فراہم کرتا ہے جو کہ ضابطہ فوجداری پاکستان میں دستیاب نہیں بلکہ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کو ایذا رسانی کے واقعات کی تحقیقات کا اختیار بھی تفویض کرتا ہے۔

ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے عدالتِ عظمیٰ حراستی مراکز کے خلاف پٹیشن جو کہ 2019 سے زیر التوا ہے کی ترجیحی بنیادوں پر سماعت کرے، اور ایذا رسانی کی حوصلہ افزائی کرنے والے قانونی نظاموں کو منسوخ و متروک قرار دیا جائے۔ حراستی ہلاکتوں، حراستی مراکز اور پولیس کی حوالاتوں میں ایذا رسانی کے الزامات عام ہیں، اِس کے باجود، اِس موضوع پر ہونے والی کئی مستند تحقیقوں سے ثابت ہوا ہے کہ، بدقسمتی سے، ایذا رسانی کے بہت سے واقعات نہ صرف رپورٹ نہیں ہوتے بلکہ طبی رپورٹس کے ذریعے انہیں ثابت کرنا مشکل کام ہے۔

ایذا رسانی متاثرین، اِس کی اجازت دینے والے نظام اور بالآخر ریاست کے خاتمے کا سبب بنتی ہے۔ ایچ آر سی پی ایذا رسانی کے متاثرین کے ساتھ کھڑا ہے، اور مطالبہ کرتا ہے کہ ریاست متاثرین کی تلافی کرے اور اس میں ملوث مجرموں کا محاسبہ کرے تاکہ ایذا رسانی کا کلچر ختم ہو اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں اور شہریوں کے درمیان اعتماد کا رشتہ استوار ہو۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔26 جون 2022]

اسلام آباد ہائی کورٹ کا فیصلہ، جبری گمشدگی کمیٹی کی تشکیل مثبت پیش رفت ہے

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) عدالتِ عالیہ اسلام آباد کے فیصلے کو خوش آئند قرار دیتا ہے جس میں عدالت نے 'جبری گمشدگیوں سے متعلق پالیسی کی خاموش منظوری' کے لیے سابقہ اور موجودہ چیف ایگزیکٹوز کو جوابدہ ٹھہرانے کے حکم صادر کیا ہے۔

سیاسی اختلافِ رائے کو دبانے، عام شہریوں کو باضابطہ قانونی کارروائی کے حق سے محروم کرنے، اور عام طور پر 'قومی سلامتی' کے نام پر خوف کی فضا پیدا کرنے کے حوالے سے سیکورٹی ایجنسیوں کے کردار جس کے لیے ٹھوس شواہد موجود ہیں، کی واضح جانچ پرکھ کے لیے یہ فیصلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔' عدالت کا حکم، اگر صحیح معنوں میں لاگو ہوتا ہے، تو اِس سے مجرموں کو جوابدہ ٹھہرانے میں کمیشن برائے جبری گمشدگان (سی او آئی ای ڈی) کی ناکامی کی کافی حد تک تلافی ہوسکتی ہے۔

اگرچہ حکومت کی جانب سے جبری گمشدگیوں سے متعلق پالیسی پر غور کرنے کے لیے سات رکنی کمیٹی کی تشکیل بھی ایک مثبت قدم ہے، لیکن ایسی کسی بھی پالیسی کو متاثرین اور ان کے اہل خانہ کے لیے تحفظ اور معاوضے کا طریقہ کار ضرور متعارف کروانا چاہیے۔ اسے سیکورٹی ایجنسیوں کے دائرہ اختیار کو بھی واضح کرنا چاہیے، حراستی مراکز کو بند کرنے چاہیے، اور کے پی ایکشن (ان ایڈ آف سول پاورز) آرڈیننس 2019 کے تحت ریاستی اداروں کو دستیاب من مانے اختیارات کو منسوخ کرنے کا عہد کرنا چاہیے۔

جبری گمشدگیوں سے متعلق 'گمشدہ' مسودہ قانون میں نئی روح پھونکی جائے اور اس پر مزید غور وخوض کیا جانا چاہیے، اور سی او آئی ڈی کی جگہ ایک موثر اور باوقار عدالتی کمیشن قائم کیا جائے۔ کمیٹی کو پاکستان کو تمام افراد کو جبری گمشدگی سے تحفظ کی فراہمی کے بین الاقوامی میثاق کا فریق بنانے کے لیے بھرپور جدوجہد بھی کرنی چاہیے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔31 مئی 2022]

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
  جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کرکے بذریعہ ڈاک روانہ کرسکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کرکے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جاسکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

’پولیس حراست میں آرام تب ملتا تھا جب اہلکار چھاپے پر جاتے‘

1997 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ہر سال 26 جون کو تشدد کے متاثرین کی حمایت میں عالمی دن کے طور پر نامزد کیا ہوا ہے۔ اقوام متحدہ کی جانب سے تشدد کے متاثرین کی حمایت کا عالمی دن ہر سال 26 جون کو منایا جاتا ہے تا کہ لوگوں کو یہ یاد دلایا جاسکے کہ انسانی تشدد نہ صرف نا قابل قبول ہے بلکہ یہ ایک جرم بھی ہے۔

اس دن کا پس منظر

اقوام متحدہ کے مطابق جون 1987 کو تشدد کے خلاف کنونشن نافذ ہوا۔ یہ انسانی حقوق کو گلوبلائز کرنے اور اس بات کو تسلیم کرنے کے عمل میں ایک اہم قدم تھا کہ تشدد اور غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک یا سزا کو عالمی طور پر غیر قانونی ہونا چاہیے۔

1997 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ہر سال 26 جون کو تشدد کے متاثرین کی حمایت میں عالمی دن کے طور پر نامزد کیا۔ تشدد کے متاثرین کی حمایت کا پہلا بین الاقوامی دن 26 جون 1998 کو منایا گیا۔ یہ وہ دن تھا جب اقوام متحدہ نے تمام حکومتوں اور سول سوسائٹی کے ارکان سے اپیل کی کہ وہ ہر جگہ تشدد اور تشدد کرنے والوں کو شکست دینے کے لیے اقدامات کریں۔

اسی سال انسانی حقوق کے عالمی منشور کی 50 ویں سالگرہ منائی گئی، جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ ’کسی کو بھی ظالمانہ، غیر انسانی یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔‘

نور حسن، حجرہ شاہ مقیم کے رہنے والے ہیں۔

نور حسن پر 2000 میں اپنے چچا کو زمین کے تنازع پر قتل کرنے کا الزام لگا اور انہیں موت کی سزا سنائی گئی۔ لیکن 2009 میں ہائی کورٹ نے انہیں عدم دستیابی ثبوت کی بنیاد پر باعزت بری کر دیا۔

نور حسن کے مطابق اس وقت ان کی عمر 38 سے 40 کے درمیان تھی جب پولیس نے انہیں اپنی حراست میں لیا تھا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ پولیس نے مدعی کے ’دباؤ‘ میں آکر ان پر حراست کے دوران 18 دن ’تشدد‘ کیا تا کہ وہ اپنا جرم قبول کر لیں۔ ’جب مجھے حوالات میں لے کر گئے تو وہاں مجھ پر تشدد شروع کر دیا۔ کہتے تھے کہ میں جرم قبول کروں لیکن میں نے جرم نہیں کیا تھا تو میں مانتا کیسے؟ مجھے 18 دن وہ مارتے رہے۔‘

’انہوں نے میرے ہاتھ باندھ دیے اور چار پانچ اہلکار میرے پیچھے پڑ گئے کہ میں لیٹ جاؤں، جب میں نہیں لیٹا تو انہوں نے مجھے ڈنڈے مارے اور میری ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ میں کہتا رہا کہ مجھے درد ہو رہی ہے تو کہتے تھے کہ ابھی انہوں نے مجھے اور مارنا ہے۔‘

نور نے مزید بتایا کہ ’اس کے بعد انہوں نے مجھے دھکہ دیا۔ میرے ہاتھ تو پیچھے بندھے تھے میں منہ کے بل گرا تو میرے دانت ٹوٹ گئے جو آج بھی ٹوٹے ہوئے ہیں۔‘

نور حسن نے بتایا کہ ’پولیس حراست میں آرام کا موقع صرف تب ملتا تھا جب پولیس اہلکار کسی چھاپے کے لیے وہاں سے جاتے تھے ورنہ وہ مجھے سونے بھی نہیں دیتے تھے۔‘

’18 دن بعد انہوں نے مجھے مارنے کے بعد میرا چالان پیش کر دیا۔ اس کے بعد میں جیل میں چلا گیا اور پھر میں جیل میں ہی رہا۔‘ نور نے بتایا کہ 2000 میں جب انہیں پھانسی کی سزا سنائی گئی تو انہیں ساہیوال جیل میں رکھ گیا۔ وہاں بھی ان کی ملاقات کم از کم 70 ایسے ملزمان سے ہوئی جو بے گناہ تھے اور پولیس تشدد سے جرم قبول کر کے جیل تک پہنچے تھے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق پاکستان (ایچ آر سی پی) کی رپورٹ کے مطابق جون 2020 سے جون 2021 کے دوران پولیس کے مبینہ تشدد سے 19 افراد ہلاک ہوئے جن میں دو نابالغ بھی تھے۔ جبکہ جسٹس پراجیکٹ پاکستان کی تحقیق کہتی ہے کہ بعض اوقات پولیس حراست میں تشدد کی وجہ اقبال جرم یا پھر برآمدگی کروانا ہوتا ہے۔ جبکہ پولیس کے مطابق ملزمان پر تشدد اب ایک جرم ہے اس لیے اب ایسا بہت کم ہوتا ہے۔

جسٹس پراجیکٹ پاکستان کے ترجمان محمد شعیب نے اس حوالے سے انڈپینڈنٹ اردو سے بات کرتے ہوئے بتایا: ’جو ہم نے سٹڈی کی وہ فیصل آباد کی تھی جو 2006 سے 2012 کے دوران کی گئی جن میں 1800 سے زائد میڈیکولیگل سرٹیفکیٹس کا جائزہ لیا گیا۔ ان میں 1400 سے زائد میں تشدد کے واضح شواہد سامنے آئے۔‘ ’یہ ایم ایل سیز ان لوگوں کے تھے جن کا پولیس کے ساتھ معاملہ ہوا۔ ان کو گرفتار کیا گیا یا وہ تھانے خود گئے۔ یہ قیدی نہیں تھے بلکہ یہ وہ لوگ تھے جنہیں پولیس نے حراست میں لیا۔ یہاں تک کہ خواتین کی ایک بڑی تعداد جو 80 فیصد سے زائد بنتی ہے جن پر تشدد ہوا اور ان کے ایم ایل سیز بنے۔‘

ان کا کہنا تھا کہ انہیں ’ثقافتی تضحیک‘ اور ’جنسی نوعیت کے تشدد‘ کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ ڈی آئی جی انویسٹیگیشن لاہور کامران عادل اس بارے میں کہتے ہیں کہ ’ہمارے سسٹم میں ایسے روایتی طریقے رائج رہے ہیں لیکن اب وہ رفتہ رفتہ کم ہو رہے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پولیس آرڈر 2002 میں اب اسے ایک جرم قرار دیا جا چکا ہے۔‘ انہوں نے بتایا کہ پولیس حراست میں تشدد ایک جرم ہے بہت کم لوگ اس بارے میں جانتے ہیں۔ آرٹیکل 155 اور 156 دو آرٹیکلز متعارف کروائے گئے تھے۔ ان میں کہا گیا ہے کہ اگر پولیس افسر اپنی طاقت کو اس طرح استعمال کرے اور تشدد کرے تو اس کے خلاف مجرمانہ کارروائی ہوسکتی ہے۔

ڈی آئی جی انویسٹی گیشن کامران عادل کا کہنا ہے کہ ’میں خود عدالتوں میں پیش ہوا اور سوال پوچھا گیا کہ آپ یہ بتائیں کہ یہ وہی والے نوٹ ہیں جو بینک ڈکیتی میں گئے تھے تو ایسی چیزیں ہمارے انصاف کے نظام میں ہیں جن کو ہمیں ٹھیک کرنا ہے۔ جس کی وجہ سے کچھ چیزیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔‘ کچھ پولیس افسر تشدد کا سہارا لیتے ہیں لیکن میں اس بات پر اصرار کروں گا کہ یہ ٹرینڈ اب کافی کم ہو گیا ہے۔ ویسے بھی ادارہ اور ہماری لیڈر شپ اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ کسی قسم کے تشدد کا سہارا نہ لیا جائے بلکہ جدید طریقوں سے تحقیقات کو مکمل کیا جائے۔‘ پولیس کے اعلیٰ افسر کا کہنا تھا کہ اب موبائل اور آئی

جسٹس پراجیکٹ پاکستان کے ترجمان محمد شعیب

ٹی کا دور ہے۔ ایسے طریقے کافی کم ہو گئے ہیں انفارمیشن ٹیکنالوجی بیسڈ تفتیش زیادہ ہو رہی ہے۔

اس حوالے سے جے پی پی کے ترجمان محمد شعیب کا کہنا ہے کہ ’پولیس تشدد کے خلاف پاکستان میں کوئی باقاعدہ قانون موجود نہیں حالاں کہ پاکستان کا آئین بھی شہریوں کو تشدد کے خلاف تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح سے جو اور قوائد موجود ہیں جیسے پولیس آرڈر 2002 ہے سی آر پی سی ہے جس کے اندر گرفتاری اور تحقیقات کے حوالے سے گائیڈ لائنز موجود ہیں لیکن یہ قوانین نا کافی ثابت ہو رہے ہیں۔‘ اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ قوانین کے تحت آزادانہ تحقیقات ممکن نہیں اور عموماً پولیس اہلکار ہی تشدد کی شکایات کی بھی تحقیق کرتے ہیں یا پھر دباؤ ڈال کر شکایت کنندگان سے صلح کی جاتی ہے یا شکایت واپس لینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس لیے ایک باقاعدہ قانون بنانے کی ضرورت ہے۔‘ نور حسن کہتے ہیں کہ جتنا عرصہ جیل میں گزارا وہ تکلیف میں گزارا۔ ’جیل میں یہی خیال آتا تھا کہ اگر انہوں نے مجھے جھوٹی شہادتیں دے کر سزائے موت کروادی اور پولیس والوں نے بھی مجھے گناہ گار لکھ دیا ہے۔ میرے والد کی بات کوئی نہیں سن رہا تھا۔‘

نور نے انڈپینڈنٹ اردو کو بتایا کہ جب پولیس انہیں پکڑ کر لے گئی تو ان کی بیوی اس ڈر سے کہ ’مخالفین انہیں زیادتی‘ کا نشانہ نہ بنا دیں وہ اپنے چھ بچوں کو لے کر قصور اپنے والدین کے گھر چلی گئیں اور اب بھی وہ وہیں رہتی ہیں۔ نور حسن نے بتایا کہ انہیں چھڑوانے کے لیے والد نے تھوڑی بہت زمین تھی وہ بیچ دی، ان کی بیوی نے بھی بچوں کو پالنے کے لیے ادھار لینا شروع کیا جو بعد میں پانچ سے سات لاکھ کی رقم تھی جسے وہ اب تک اتار رہے ہیں۔

نور حسن کے پاس اب ایک چھوٹا سا زمین کا ٹکڑا ہے، جس پر وہ کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں اور اس سے آنے والی رقم سے وہ گھر کا نظام بھی چلا رہے ہیں اور ادھار بھی اتار رہے ہیں جبکہ ابھی ان کی تین بیٹیاں شادی کی عمر کی ہیں مگر وہ ان کی شادی کا انتظام نہیں کر پا رہے۔

’اس سب میں میرے بچے پڑھائی سے بھی محروم رہ گئے۔ آخر میں ہی کمانے والا تھا میں ہی چلا گیا تو وہ کیسے پڑھتے؟ ابھی بھی وہ وقت یاد آتا ہے تو مجھے رونا آجاتا ہے، بہت برا وقت آیا تھا۔‘

(بشکریہ انڈپینڈنٹ اردو)

سماج: جھول میں تبدیلی کی لہریں

محمد عباس خاصخیلی

اوطاق میں ہونے والی کلاس

اس وقت صبح کے 8 بجے ہیں اور طالبات وسیم علی کی اوطاق میں آنا شروع ہوگئی ہیں۔ یہ اوطاق (مہمان خانہ) ضلع سانگھڑ کے علاقے جھول سے 7 کلومیٹر مشرق میں واقع گاؤں قائم خان جلالانی میں واقع ہے۔ اور اگلے کچھ گھنٹوں کے لیے، یہ گاؤں کی لڑکیوں کے اسکول کا کام دے گا۔

ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش اور پڑھائی کے لیے پرجوش ان لڑکیوں کو اپنے والدین کی جانب سے اپنے استاد وسیم علی کے علاوہ کسی سے بھی بات کرنے کی اجازت نہیں۔ جب وسیم نے شگفتہ، مہناز اور یاسمین کا مجھ سے تعارف کروایا تو انہوں نے پلو سے اپنے چہرے چھپا لیے۔ وسیم نے انہیں اطمینان دلایا کہ انہیں مجھ سے بات کرنے کی اجازت ہے۔ یوں وہ کچھ مطمئن ہوئیں اور اوطاق میں پڑھنے کی اجازت ملنے کے حوالے سے اپنی اپنی کہانی بیان کرنے لگیں۔

12 سالہ مہناز نے بتایا کہ ' گھر کے مرد ہمیں تعلیم حاصل کرنے کے لیے گاؤں سے باہر نہیں جانے دیتے۔ اس وجہ سے ہم خوش قسمت ہیں کہ سر [علی] کی کوششوں سے ہمیں پرائمری کے بعد کی تعلیم مل رہی ہے، انہوں نے ہی اس کے لیے ہمارے گھر والوں کو قائل کیا ہے۔ ہمیں صرف اس شرط پر گورنمنٹ ہائی اسکول جھول میں داخلہ لینے کی اجازت دی گئی کہ ہم یہاں سر سے پڑھیں گے اور صرف امتحان دینے اسکول جائیں گے'۔

شمائلہ نویں جماعت کی طالبہ ہے، اس نے جب اپنے والد سے کہا کہ وہ اسے اسکول میں داخل کروائیں تو اس کے والد نے بطور سزا اسے 2 دن کے لیے کمرے میں بند کردیا۔

شمائلہ نے بتایا کہ 'وہ غصے میں آ گئے اور مجھے کہا کہ ہمارے گاؤں میں ایسا نہیں ہوتا'۔

وسیم علی کی عمر 25 سال ہے، وہ زمیندار ہیں اور ان کے پاس 25 ایکڑ زمین ہے۔ وہ قائم خان جلالانی میں اپنے گھر والوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس گاؤں میں جلالانی اور خاصخیلی قبیلے کے تقریباً 120 گھرانے رہتے ہیں۔ علی نے یونیورسٹی آف سندھ سے گریجویشن کی ہے جہاں ان کے ساتھ لڑکیاں بھی تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ اپنی تعلیم کے دوران وہ اپنے گاؤں کی لڑکیوں کے حوالے سے بہت مایوس ہوتے تھے جنہیں تعلیم کے حق سے محروم رکھا گیا تھا۔

علی کہتے ہیں کہ 'ایک دن میں نے اپنی کزن سے اس بارے میں بات کی اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا مستقبل میں میری بیٹی کی تقدیر بھی گاؤں کی دوسری لڑکیوں کی طرح ہوگی۔ اس کے سوال نے مجھے ہلا کر رکھ دیا'۔

وسیم کو معلوم تھا کہ گاؤں کے پدرشاہی معاشرے میں والدین کو لڑکیوں کی تعلیم پر قائل کرنا بڑا مشکل کام ہے لیکن پھر بھی انہوں نے اپنے گاؤں میں لڑکیوں کی تعلیم کا منصوبہ شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔

انہوں نے بتایا کہ 'ابتدائی طور پر گاؤں کے بزرگوں نے میری باتوں کو رد کردیا لیکن جب میں نے بار بار اس بات کی یقین دہانی کروائی کہ میں گاؤں کی لڑکیوں کو اپنی اوطاق میں پڑھاؤں گا اور وہ صرف امتحان دینے کے لیے اسکول [جو کہ جھول میں ہے] جائیں گی تو وہ اس بات پر راضی ہوگئے'۔

گاؤں قائم خان جلالانی میں ایک پرائمری اسکول موجود

اشرا
صلاح الدین ایوبی آف گجرانوالہ دی ویل

جب ہم موقع واردات پر پہنچے
وہ اپنی ٹانگیں توڑ کے بھاگ رہا تھا
عینی شاہدوں کے دیکھتے ہی دیکھتے
اس نے اپنی دونوں آنکھیں پھوڑ لیں
ٹٹول ٹٹول کر اپنی دسیوں انگلیاں توڑیں
ناخن کھینچنا پھر کوئی مشکل نہیں رہا تھا
اسے کئی بار تحریری وارننگ دی گئی
ہماری سگرٹوں سے جسم مس نہ کرے
ٹوٹا ہوا بازو جھلا کر اس نے پستول چھینا
اور اپنے پھٹے ہوئے سر پر رکھ کر لبلبی دبا دی

(ادریس بابر)

میرا نام

میرا نام کیا پوچھتے ہو
ایٹم بم ہے میرا نام
تمہارے ڈرائنگ روموں کے لیے

....

میں کیا ہوں
ایک چلتا پھرتا اشتباہ ہوں
تمہارے ہوائی اڈوں کے لیے

....

یقین مانو
میں نے نہیں کیا
تمہارے لیے انتخاب
تمہاری پالیسیوں کا

(ادریس بابر)

وسیم کو کسی طرح اس بات کو ممکن بنانا تھا کہ گاؤں کے بچے خصوصاً لڑکیاں گاؤں سے باہر جائے بغیر اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں تاکہ گاؤں کے بزرگوں کو کوئی اعتراض نہ ہو۔لیکن پھر بھی انہیں امتحانات تو دینے ہی تھے تاکہ اس تعلیم کی سند مل سکے۔اس کام کے لیے وسیم کو گاؤں کے بزرگوں، طلبہ اور اسکول انتظامیہ کا اس نکتے پر اتفاق کروانا تھا۔وسیم علی نے 2015ء میں اپنے بھائی، ماموں اور چچا کے ساتھ مل کر گھر گھر مہم چلائی تاکہ ان مردوں کو قائل کیا جاسکے جو اپنی بیٹیوں کو گاؤں سے باہر نہیں بھیجنا چاہتے۔

ہے جہاں اس گاؤں اور اطراف کے دیہاتوں کے لڑکے لڑکیاں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔اس اسکول کے ٹیچر نور احمد جلالانی کا کہنا تھا کہ 'میں نے اس اسکول کے دو کمروں میں ایک ایسا ماحول بنانے کی کوشش کی جہاں لڑکے لڑکیاں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرسکیں، لیکن گاؤں کے بزرگوں نے اس کی اجازت نہیں دی۔اس وجہ سے لڑکے لڑکیاں اب علیحدہ کمروں میں پڑھتے ہیں۔کوئی بھی لڑکیوں کو تعلیم کے لیے گاؤں سے باہر نہیں بھیجنا چاہتا کیونکہ ان کے لیے یہ اپنی عزت اور وقار کے تحفظ کا معاملہ ہے۔تاہم وسیم کی کوششوں سے بہت بڑی تبدیلی آئی ہے'۔

وسیم کو کسی طرح اس بات کو ممکن بنانا تھا کہ گاؤں کے بچے خصوصاً لڑکیاں گاؤں سے باہر جائے بغیر اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں تاکہ گاؤں کے بزرگوں کو کوئی اعتراض نہ ہو۔لیکن پھر بھی انہیں امتحانات تو دینے ہی تھے تاکہ اس تعلیم کی سند مل سکے۔اس کام کے لیے وسیم کو گاؤں کے بزرگوں، طلبہ اور اسکول انتظامیہ کا اس نکتے پر اتفاق کروانا تھا۔

وسیم علی نے 2015ء میں اپنے بھائی، ماموں اور چچا کے ساتھ مل کر گھر گھر مہم چلائی تاکہ ان مردوں کو قائل کیا جاسکے جو اپنی بیٹیوں کو گاؤں سے باہر نہیں بھیجنا چاہتے۔بعد ازاں وسیم نے گاؤں کی مسجد میں سب کے سامنے حلف اٹھایا کہ وہ ان لڑکیوں کا اپنی بہنوں کی طرح خیال رکھیں گے۔اس کے بعد گاؤں والوں نے لڑکیوں کو اسکول میں داخل کروانا شروع کیا۔وسیم علی انہیں پڑھاتے جبکہ وہ امتحان دینے جھول سیکنڈری اسکول جاتیں۔

اب وسیم کو اسکول انتظامیہ سے اس بات کی اجازت چاہیے تھی کہ وہ لڑکیوں کو روزانہ اسکول آنے سے استثنیٰ دے

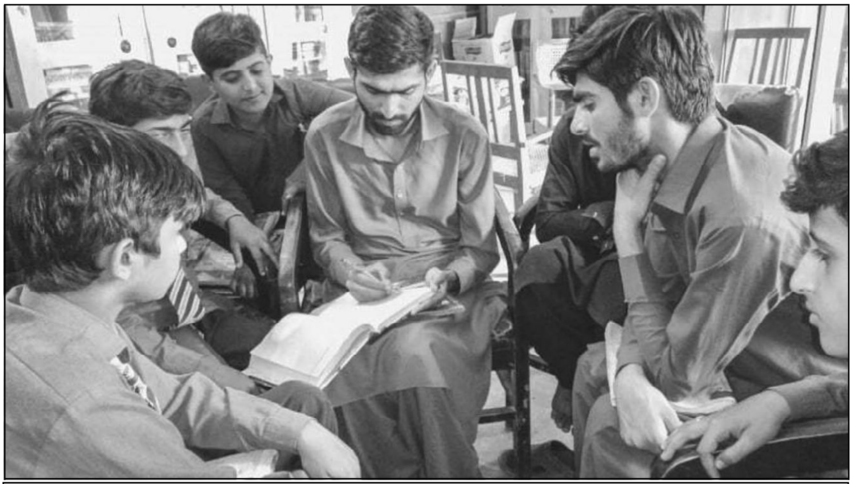

وسیم علی لائبریری میں طلبہ کو پڑھاتے ہوئے

دیں۔ابتدائی طور پر تو ہیڈ مسٹرس نے اس سے انکار کر دیا۔وسیم بتاتے ہیں کہ 'میں نے اسکول کی ایک استانی کے ذریعے انہیں قائل کیا اور بتایا کہ گاؤں کے بزرگوں کو راضی کرنا کتنا مشکل کام تھا'۔

اب ہر صبح 8 بجے سے لے کر دوپہر تک وسیم کا اوطاق ان لڑکیوں کی کلاسوں کے لیے وقف ہوتا ہے اور اس دوران مہمانوں کا داخلہ بند ہوتا ہے۔جن لڑکیوں نے 2015ء میں داخلہ لیا تھا اور اوطاق میں تعلیم حاصل کی تھی ان میں سے کچھ نے حال ہی میں بہترین نمبروں کے ساتھ انٹرمیڈیٹ کیا ہے۔

سانگھڑ کے نجف رند 'سندھ ایجوکیشن فاؤنڈیشن' کے ساتھ وابستہ ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ 'وسیم کا تعلق ایک مضبوط پدرشاہی نظام سے ہے۔ان علاقوں میں خواتین کو طبی ضروریات کے تحت بھی گاؤں سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہوتی لیکن اب لڑکیاں تعلیم حاصل کرنے جھول تک جاتی ہیں'۔

اپنی اوطاق میں لڑکیوں کو مفت تعلیم دینے کے بعد وسیم جھول شہر کی خستہ حال میر اللہ بخش پبلک لائبریری بھی جاتے ہیں جہاں وہ تقریباً 50 ایسے طلبہ کو پڑھاتے ہیں جو تعلیمی اخراجات برداشت نہیں کرسکتے۔

وسیم کے ان شاگردوں میں سے ایک 17 سالہ گلاب جلالانی بھی ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ 'ہم گورنمنٹ بوائز ہائر سیکنڈری اسکول، جھول میں 11ویں جماعت کے طالب علم ہیں۔ہمارے استاد کا سانگھڑ تبادلہ ہوگیا اور اس کے بعد سے اسکول میں نئے استاد کی تقرری نہیں ہوئی۔ہم اسکول صرف امتحان دینے جاتے ہیں'۔

گلاب کا گاؤں امب خان جلالانی جھول شہر سے 5 کلومیٹر دور ہے اور وہ روز رکشے کے ذریعے وسیم سے پڑھنے لائبریری آتا ہے۔اس نے بتایا کہ 'میرے گاؤں کے 5 لڑکے جو کہ میرے ہم جماعت بھی ہیں یہاں میرے ساتھ ہوتے ہیں۔ہم بہت غریب ہیں اور کسی نجی اسکول یا کوچنگ سینٹر جانے کا سوچ بھی نہیں سکتے'۔

لائبریری آنے والے وسیم کے شاگردوں میں گورنمنٹ بوائز ہائر سیکنڈری اسکول، جھول، کا گنیش کمار بھی تھا جس نے حال ہی میں انٹر کے امتحانات میں اے گریڈ حاصل کیا ہے۔اس نے بتایا کہ 'میں اب میڈیکل کالج میں داخلے کے لیے داخلہ ٹیسٹ کی تیاری کر رہا ہوں۔

سندھ ادبی سنگت، جھول کے سیکریٹری غلام حیدر کے مطابق وسیم ان روایتی سندھی زمینداروں کی طرح نہیں ہے جن کے اپنے بچے تو نجی اسکولوں میں پڑھتے ہیں لیکن انہیں کبھی غریب بچوں کی تعلیم کا خیال نہیں آتا۔

غلام حیدر کے مطابق وسیم دوپہر 3 بجے سے رات 8 بجے تک لائبریری میں ہوتے ہیں۔اس دوران طلبہ آتے رہتے ہیں۔بعض اوقات وسیم انہیں کتابیں اور اسٹیشنری بھی خرید کر دیتے ہیں۔

وسیم انگریزی زبان کے تحقیقی مقالوں اور دستاویزی فلموں کا سندھی زبان میں ترجمہ کرتے ہیں تاکہ طلبہ انہیں سمجھ سکیں۔یہ سہولت تو سانگھڑ کے مہنگے اسکولوں میں بھی دستیاب نہیں ہے۔گزشتہ 3 سالوں سے اس تعلیمی منصوبے میں مصروفیت کے باعث وسیم نے اپنی زرعی زمینوں کی دیکھ بھال کے لیے ایک مینیجر رکھ لیا ہے۔وسیم کو ابھی تک شادی کرنے اور اپنی والدہ کی خواہشیں پوری کرنے کا وقت بھی نہیں ملا ہے۔

وسیم نے مسکراتے ہوئے کہا کہ 'جب آپ اتنے سارے غریب طلبہ کے مستقبل بنانے کی کوشش کر رہے ہوں تو زندگی میں اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے'۔وسیم بہت مصروف شخص ہیں کیونکہ یہ جواب دیتے ہی وہ طلبہ کی جانب سے جمع کروائے گئے اسائنمنٹس چیک کرنے لگ گئے۔

(بشکریہ ڈان)

راولپنڈی سے بلوچ طالبعلم لاپتہ، '31 بلوچ طالبعلم جبری طور پر لاپتہ کیے گئے ہیں'

پاکستان کے صوبے بلوچستان کے پسماندہ علاقے تُربت سے تعلق رکھنے والے فیروز بلوچ کے بارے میں ان کے کزن تفصیل بتا رہے تھے کہ وہ ایسا ٹیچر بننا چاہتے تھے جیسے 'پاکستان کے بڑے شہروں کی بڑی یونیورسٹیز' میں ہوتے ہیں۔ مگر فیروز کا یہ خواب فی الحال مشکل لگ رہا ہے کیونکہ ایک بڑے شہر کی بڑی یونیورسٹی سے وہ خود ہی گُمشدہ ہیں۔

گذشتہ چند ماہ میں جہاں بلوچستان میں امن و امان کی صورتحال ابتر ہوئی، ملک کے مختلف علاقوں میں زیرِ تعلیم بلوچ طلبا کی جانب سے احتجاج کا سلسلہ بھی بڑھ گیا ہے۔

اس احتجاج کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو مبینہ جبری گمشدگیاں جن کا دائرہ یونیورسٹیز میں تعلیم حاصل کرنے والا طلبا تک پہنچ گیا ہے اور دوسرا ان طلبا کا یہ الزام ہے کہ بلوچستان سے تعلق کی بنیاد پر ان کی 'پروفائلنگ' کی جاتی ہے یا ان سے پوچھ گچھ کی جاتی ہے۔

حال ہی میں لاپتہ ہونے والے طالب علم 17 برس کے فیروز بلوچ ہیں۔ ان کی مبینہ جبری گمشدگی اور عدم بازیابی کے خلاف راولپنڈی میں بلوچ طلبا نے بلوچ سٹوڈنٹس کونسل کے زیرِ انتظام ایک احتجاجی کیمپ لگایا ہوا ہے۔

ان طلبا نے اتوار کے روز بھی احتجاجی مظاہرہ کیا اور ریاستی اداروں کی طرف سے تعاون نہ کرنے کی شکایت کی۔

فیروز بلوچ کون ہیں؟

17 برس کے فیروز بلوچ راولپنڈی کی پیر مہر علی شاہ ایرڈ ایگریکلچر یونیورسٹی میں بی ایڈ کے دوسرے سمسٹر کے طالب علم ہیں۔

ان کا تعلق بلوچستان کے علاقے تُربت سے ہے اور ان کے والد ایک سرکاری ملازم ہیں۔ ان کے ساتھیوں کے مطابق وہ راولپنڈی آنے سے پہلے ایک گیراج میں مزدوری کرتے تھے۔

احتجاج میں شریک ان کے کزن جو خود بھی یہاں طالب علم رہے ہیں اور اپنا نام نہیں بتانا چاہتے، کہتے ہیں کہ فیروز پڑھائی میں کمزور تھے اس لیے روزانہ رات نو بجے تک لائبریری میں بیٹھتے تھے۔ گیارہ مئی کو وہ ہاسٹل سے لائبریری کی جانب گئے جو یونیورسٹی میں ہی موجود ہے۔ مگر رات نو بجے کے بعد بھی وہ واپس نہ آئے۔

اس دوران ان کے ساتھیوں نے فون پر رابطے کیے مگر ان کا نمبر بھی بند ملا۔

فیروز بلوچ کے کزن کہتے ہیں کہ اگلے روز صبح گھر والوں سے رابطہ ہوا اور انھوں نے بھی یہی کہا کہ فیروز نے انھیں کوئی کال یا میسج نہیں بھیجا۔ 'اب ہمیں محسوس ہوا کہ شاید وہ بھی جبری طور پر لاپتہ کیے گئے ہیں۔ اس لیے ہم پولیس سٹیشن پہنچے مگر رات کے دس بجے تک ہماری بات نہیں سنی گئی۔

پولیس یہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھی کہ فیروز بلوچ لاپتہ ہوئے ہیں۔ آخر کار اگلی صبح ہماری درخواست درج کی گئی۔

فیروز بلوچ کے کزن نے ان کے بارے میں بتایا کہ وہ ایک بےضرر انسان تھے جو سوشل میڈیا بھی زیادہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ 'فیروز کا صرف فیس بک اکاؤنٹ تھا جہاں وہ زیادہ پوسٹ نہیں کرتے تھے بس تین چار اپنی تصویریں لگائی ہوئی تھیں۔

ان کا نہ تو کوئی ٹوئٹر اکاؤنٹ تھا نہ ہی کسی اور سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر سرگرم تھے۔

وہ اتنے سست اور خود میں مگن رہنے والے تھے کہ میں ان کا کزن ہوں مگر مجھ سے بھی کبھی کبھار بات کرتے۔ ان کے تین چار دوست تھے اور وہ زیادہ وقت اپنے کمرے میں گزارتے تھے۔ ایک بچہ جو ہاسٹل کے دوسرے کمرے تک جانے سے بھی کتراتا ہو وہ کسی ریاست مخالف سرگرمی میں کیسے ملوث ہو سکتا ہے؟'

فیروز بلوچ کے کزن نے بتایا کہ ان کا تعلق ایک نہایت غریب گھرانے سے ہے اور فیروز تعلیم حاصل کر کے تربت میں تعلیم کا بہتر انتظام کرنا چاہتے تھے۔ فیروز بلوچ مہینے کے دس ہزار جیب خرچ لاتا تھا۔

مہینے کے آخر میں جب وہ ختم ہو جاتے تو وہ پریشان ہوتا تھا کہ اب گزارہ کیسے ہوگا۔ ان کی والدہ دستکاری کر کے انھیں کبھی کبھار پیسے بھیجتیں۔ وہ خود بھی ایک چھوٹے سے گاؤں کے پسماندہ سکول میں زیرِ تعلیم رہے تھے۔

اس لیے انھیں بہت احساس تھا کہ ان کے گاؤں میں کچھ بہتری آئے۔'

وہ کہتے ہیں کہ اگر ان کا کزن کسی ملک مخالف سرگرمی میں ملوث بھی ہوں تو 'عدالتیں ہیں، قانون موجود ہے۔ آپ

انھیں عدالت میں لے آئیں۔ آپ جو بھی سزا دیں گے وہ ہمیں منظور ہے۔ مگر یہ کیا کہ ان کا پورا خاندان آج ایک کرب میں مبتلا ہے۔ ان کی والدہ ہسپتال میں داخل ہیں۔ وہ ہر روز بار بار فون کرتی ہیں اور مجھ سے یہ پوچھتی ہیں کہ ان کا بیٹا کہاں ہے، کس حالت میں ہے۔ وہ اتنا معصوم تھا کہ کسی سے آنکھ ملا کر یا اونچی آواز میں بات تک نہیں کرتا تھا۔ اسے نجانے کس حال میں رکھا گیا ہے؟'

'ہمیں احساس دلایا جاتا ہے کہ ہم کمتر لوگ ہیں'

احتجاجی کیمپ میں شریک بلوچ طلبا کا ایک بڑا شکوہ یہ بھی ہے کہ ان کے لباس کی بنیاد پر انھیں نشانہ بنایا جاتا ہے اور تضحیک آمیز جملے کسے جاتے ہیں۔

ایرڈ ایگریکلچر یونیورسٹی کے باہر احتجاج میں شریک بلوچستان سے تعلق رکھنے والے ایک پختون طالب علم سردارزادہ اشرف نے بی بی سی سے بات کی۔

انھوں نے بتایا کہ وہ پی ایچ ڈی کے طالب علم ہیں اور احتجاج میں بلوچ طلبا سے اظہار یکجہتی کے لیے آئے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ انھیں اکثر اس لیے جملہ بازی کا سامنا کرنا پڑا کہ وہ بلوچستان کا ثقافتی لباس پہن کر آئے تھے: 'جب میرا پہلا دن تھا کلاس میں تو ایک پروفیسر نے مجھے کہا، 'آپ بلوچستان سے آئے ہو' میں نے ہاں میں جواب دیا۔ پھر وہ کہنے لگے کہ یار یہ تم نے کیا جنگلیوں والی شلوار پہنی ہوئی ہے۔ اب تم یہاں شہر میں ہو، کچھ تہذیب سیکھو۔'

یہیں موجود ایک اور طالب علم نے کہا کہ یونیورسٹی کے سامنے آئی ٹی کی عمارت میں ہمیں جانے کی اجازت صرف اسی صورت میں ہے جب ہم نے پینٹ شرٹ پہنی ہو یا سادہ شلوار قمیض۔ جبکہ سردارزادہ اشرف نے یہ الزام لگایا کہ گیٹ پر موجود چوکیدار تک انھیں اور ان جیسے دیگر طالب علموں کو یہ کہتے ہیں کہ 'ہم بلوچستان والے بہت سر پھرے ہو، ہم یہ سب نکال دیں گے۔'

یہیں موجود ایک اور طالب علم سے جب پوچھا کہ اس قسم کے رویوں پر ان کے دیگر ساتھیوں کا ردعمل کیا ہوتا ہے تو انھوں نے کہا کہ اکثر طلبا ہم سے کتراتے ہیں، جس کی وجہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا ساتھ دینے کی بنیاد پر انھیں نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔

ان کے مطابق 'ہمیں ٹی وی ڈراموں اور خبروں میں ایسا دکھایا گیا ہے کہ ایک بار ایک کلاس فیلو نے مجھے کہا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ بلوچستان جائیں تو وہاں سے زندہ واپس نہیں آ سکیں گے'۔

خیال رہے کہ صوبائیت اور لسانی بنیادوں پر تفریق کے واقعات وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ خود

بلوچستان میں ایسے متعدد واقعات ہوئے جب دیگر صوبوں سے تعلق رکھنے والے مزدوروں کو نشانہ بنایا گیا۔

'ہم سے بلاوجہ پوچھ گچھ کی جاتی ہے'

اس مظاہرے میں موجود کم از کم چھ طلبا سے ہم نے پوچھا کہ کیا حالیہ کچھ مہینوں میں ان سے پوچھ گچھ ہوئی ہے یا ان کی کسی بھی ایجنسی کی جانب سے پروفائلنگ کی گئی تو ان سبھی کا کہنا تھا کہ ان کے ساتھ ذاتی طور پر ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا، لیکن انھوں نے یہ تصدیق کی کہ ان کے کئی ساتھی طالب علموں سے پوچھ گچھ کی گئی ہے۔

احتجاج کرتی بلوچ طالبہ حفصہ نے کہا کہ وہ اسلام آباد کی ایک نجی یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم ہیں اور پنجاب کی مختلف یونیورسٹیز میں موجود ایسے طالب علموں کو جانتی ہیں جنھیں غیر ضروری سوال جواب اور ہراسگی کا سامنا کرنا پڑا۔ 'اگر میں اپنی بات کروں تو میرے ساتھ ایسا (پروفائلنگ) نہیں ہوا ہے۔ لیکن دوسرے کئی طلبا کے ساتھ ہوا۔

خاص طور پر مرد طالب علموں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔

ان کے فون لے لیے جاتے ہیں، چیک کیے جاتے ہیں، سوشل میڈیا دیکھا جاتا ہے۔ جبری طور پر لاپتہ کر دیا جاتا ہے، ایسے واقعات سے ہم سب میں خوف و ہراس پھیلتا ہے اور ہم جو تعلیم کی غرض سے یہاں آئے ہیں، تعلیم سے ہی دور ہوتے جا رہے ہیں۔'

احتجاجی کیمپ میں شریک وکیل اور انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والے کارکن بھی شریک تھے۔ انھی میں ایک ایمان زینب مزاری ہیں جو مبینہ جبری گمشدگی کا شکار افراد کی بازیابی کے لیے سرگرم رہتی ہیں۔

بی بی سی سے بات کرتے ہوئے ایمان مزاری نے کہا کہ اب تک وہ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے '31' طلبا کے نام سامنے لا چکے ہیں جو جبری طور پر لاپتہ کیے گئے ہیں۔'

وہ کہتی ہیں کہ فیروز بلوچ کے کیس میں ان کے ساتھ تعاون نہیں کیا جا رہا۔ ان کے مطابق 'ہم نے پولیس کو کہا ہے کہ کم از کم لیگل ٹیم کو تو آپ سی سی ٹی وی فوٹیج دکھائیں تاکہ ہم شناخت کر سکیں، مگر ہمیں نہیں دکھائی جا رہی اور کہتے ہیں کہ وہ فوٹیج میں موجود ہی نہیں ہیں۔ یعنی ریاست چاہتی ہے کہ ہم یہ مان لیں کہ یہاں لوگ ہوا میں ہی غائب ہو جاتے ہیں۔'

ادھر بلوچ طلبا کہتے ہیں کہ وہ احتجاجی کیمپ جاری رکھیں گے اور اس معاملے پر ہراسگی کی پرواہ نہیں کریں گے، جب تک کہ ان کے ساتھی طلبا کی بازیابی کے لیے ٹھوس اقدامات نہیں کر لیے جاتے۔ ان طلبا نے اپنے پوسٹرز پر یہ تحریر بھی لکھ رکھی ہے کہ 'پنجاب آپ کی مہمان نوازی کا شکریہ'۔

دوسری جانب اسلام آباد ہائی کورٹ میں کیس کی سماعت کے دوران جسٹس اطہر من اللہ نے وزارت داخلہ کو اگلی سماعت پر کیس کی تفصیل فراہم کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس کے ساتھ یہ ہدایت بھی کی ہے کہ بلوچ طلبا کی جانب سے پروفائلنگ کی شکایات کا ازالہ کرنے کے لیے ایک کمپلین سینٹر قائم کیا جائے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

ایذا رسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا تضحیک آمیز سلوک یا سزا کے خلاف میثاق

غیر انسانی، ظالمانہ، توہین آمیز سلوک و سزا پر مکمل پابندی لگانے کے لیے اقوام متحدہ کا بین الاقوامی عہد نامہ (کنونشن) 10 دسمبر 1984 کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کیا۔ دفعہ 27 (1) کی رُو سے 26 جون 1987 کو اس کا اطلاق ہوا تھا۔

اس میثاق کی فریق ریاستوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ اصول جن کا اقوام متحدہ کے منشور میں اعلان کیا گیا ہے، ان کی مطابقت میں تمام انسانوں کے مساوی اور نا قابل انتقال حقوق کو تسلیم کرنا ہی، آزادی، انصاف، اور دنیا میں امن کی بنیا د ہے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ حقوق انسان کے پیدائشی وقار سے اخذ کیے گئے ہیں، انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کو عالمی سطح پر فروغ دینے اور ان کی بجا آوری کے لیے اس منشور بالخصوص دفعہ 55 کے تحت ریاستوں کی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے، انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے کی شق 5 اور شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی میثاق کی شق 7، جن میں یہ کہا گیا ہے کہ کسی بھی فرد کو ایذا رسانی یا ظالمانہ یا غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا، کے حوالے سے، تمام افراد کو ایذا رسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک یا سزا سے تحفظ کے اعلامیے، جس کی منظوری جنرل اسمبلی نے 9 دسمبر 1975 کو دی تھی، کے حوالے سے بھی دنیا بھر میں ایذا رسانی اور دیگر ظالمانہ غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک یا سزا کے خلاف جدوجہد کو اور زیادہ مؤثر بناتے ہوئے،

اس میثاق کی فریق ریاستوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ اصول جن کا اقوام متحدہ کے منشور میں اعلان کیا گیا ہے، ان کی مطابقت میں تمام انسانوں کے مساوی اور نا قابل انتقال حقوق کو تسلیم کرنا ہی، آزادی، انصاف، اور دنیا میں امن کی بنیا د ہے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ حقوق انسان کے پیدائشی وقار سے اخذ کیے گئے ہیں، انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کو عالمی سطح پر فروغ دینے اور ان کی بجا آوری کے لیے اس منشور بالخصوص دفعہ 55 کے تحت ریاستوں کی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے، انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے کی شق 5 اور شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی میثاق کی شق 7، جن میں یہ کہا گیا ہے کہ کسی بھی فرد کو ایذا رسانی یا ظالمانہ یا غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

مندرجہ ذیل باتوں پر اتفاق کیا ہے:

حصہ اول

شق 1

1- ایذا رسانی سے مراد، مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے، ہر ایسا اقدام، جس کے ذریعے کسی شخص کو ذہنی یا جسمانی طور پر شدید درد یا تکلیف میں مبتلا کیا جائے تا کہ اس سے یا کسی دوسرے شخص سے معلومات حاصل کی جا سکیں، یا اعتراف پر مجبور کیا جا سکے، یا کسی ایسے کام کی سزا دینا مطلوب ہو جو اس نے یا کسی دوسرے شخص نے کیا ہو یا جس کے کرنے کا اس پر یا کسی دوسرے شخص پر شک کیا جا رہا ہو، یا اس کو یا کسی دوسرے شخص کو ڈرانا، دھمکانا، خوفزدہ کرنا یا مجبور کرنا، یا کسی شخص کے ایماء پر کسی بھی قسم کا امتیازی سلوک کرنا مقصود ہو۔ جبکہ ایسا درد یا تکلیف کسی سرکاری ملازم کے ذریعے، یا اس کے اکسانے پر یا اس کی اجازت اور رضامندی سے، یا ایسے اشخاص کے ذریعے پہنچائی جائے جو سرکاری حیثیت میں کام کر رہے ہوں۔

اس میں ایسا درد یا تکلیف شامل نہیں، جو پہلے سے موجود کسی وجہ سے رونما ہو یا قانونی طور پر جائز پابندیوں کے عائد ہونے سے اتفاقی طور پر پیدا ہو گیا ہو۔

2- یہ شق کسی بھی بین الاقوامی دستاویز یا قومی قانون سازی سے متصادم نہیں جو کہ وسیع اطلاق پر مبنی دفعات پر مشتمل ہو سکتی ہے۔

(نوٹ: کنونشن صرف ایسی ایذا رسانی کے بارے میں ہے جس کا ذمہ دار کوئی سرکاری اہلکار ہو، کیونکہ شہری کی شہری کے ساتھ زیادتی سے نمٹنے کے لیے عام قوانین موجود ہیں)

شق 2

1- ہر حکومت، اپنے زیر انتظام علاقوں میں، اذیت رسانی پر قابو پانے کیلئے، موثر قانونی، انتظامی اور دیگر اقدامات بروئے کار لائے گی۔

2- کوئی بھی غیر معمولی حالات، چاہے وہ جنگ کی حالت ہو یا جنگ کا خطرہ، اندرونی سیاسی عدم استحکام یا ہنگامی حالات، ایذا رسانی کے لیے معقول وجہ قرار نہیں پائیں گے۔

3- کسی بھی اعلیٰ اختیاراتی افسر یا پبلک اتھارٹی کی طرف سے صادر کیے گئے احکامات، ایذا رسانی کے لیے جواز قرار نہیں پائیں گے۔

شق 3

1- کوئی بھی فریق ریاست کسی شخص کو کسی ایسی ریاست کے حوالے نہیں کرے گی یا اسے واپس نہیں لوٹائے گی جہاں اس بات کے ٹھوس شواہد موجود ہوں کہ وہاں اسے ایذا رسانی کا نشانہ بنایا جائے گا،

2- اس بات کا تعین کرنے کے لیے کہ آیا ایسے شواہد موجود ہیں یا نہیں، ماہر حکام تمام متعلقہ امور، بشمول، جہاں مناسب ہو، متعلقہ ریاست میں انسانی حقوق کی مجموعی، سیکشن اور بڑے پیمانے پر ہونے والی خلاف ورزیوں کا جائزہ لیں گے۔

شق 4

1- ہر حکومت، ایذا رسانی کو فوجداری قانون کے تحت ایک جرم قرار دے گی۔ یہ قانون، ان تمام افراد پر لاگو ہو گا جو ایذا رسانی کے مرتکب ہوتے ہیں یا اس کی کوشش کرتے ہیں۔

2- تمام حکومتیں، ان جرائم کو مناسب سزاؤں کے ذریعے جرم کی سنگینی اور شدت کو مد نظر رکھتے ہوئے، قابل تعزیر بنائیں گی۔

شق 5

(1) ہر فریق ریاست ایسے اقدامات کرے گی جو کہ درج ذیل صورتوں میں ان جرائم کے حوالے سے اس کی عملداری قائم کرنے کے لیے ضروری ہو سکتے ہیں جن کا حوالہ شق 4 میں دیا گیا ہے۔

(الف) جب جرائم کا ارتکاب اس کے دائرہ اختیار میں آنے والے علاقے یا اس ریاست میں اندراج شدہ بحری جہاز یا ہوائی جہاز میں کیا جائے۔

(ب) جب مبینہ مجرم اس ریاست کا شہری ہو

(2) ہر فریق ریاست ایسے اقدامات کرے گی جو کہ ان صورتوں میں ایسے جرائم کے حوالے سے اس کی عملداری قائم کرنے کے لیے ضروری ہوں، جہاں مبینہ مجرم اس کے دائرہ اختیار میں آنے والے علاقے میں موجود ہو اور یہ شق 8 کی مطابقت میں اسے ایسی کسی بھی ریاست کے حوالے نہ کرے جن کا

ذکر اس شق کے پیراگراف نمبر 1 میں کیا گیا ہے۔

(3) یہ میثاق جرائم سے متعلق ایسی کسی بھی عمل داری کو خارج نہیں کرتا جس کا اطلاق واقعی قانون کی مطابقت میں کیا گیا ہو۔

شق 6

دستیاب معلومات کا جائزہ لینے کے بعد مطمئن ہو جانے کی صورت میں اگر ضرورت پڑے تو کوئی بھی ریاست جس کے علاقے میں مبینہ طور پر ایسے جرم کا ارتکاب کرنے والا شخص موجود ہو جس کا حوالہ شق 4 میں دیا گیا ہے، اسے حراست میں لے گی یا پھر اس کی موجودگی کو یقینی بنانے کے لیے دیگر قانونی اقدامات کرے گی۔ حراست اور دیگر قانونی اقدامات وہ ہوں گے جن کی ضمانت اس ریاست کے قانون میں دی گئی ہو لیکن انہیں صرف اتنی مدت تک جاری رکھا جا سکتا ہے جو کہ کسی بھی فوجداری یا مجرم کی سپردگی سے متعلق قانونی کارروائی کے عمل میں لانے کے لیے ضروری ہو۔

2- ایسی ریاست فوری طور پر حقائق کی ابتدائی تحقیقات کرے گی۔

3- کسی بھی زیرحراست شخص کو اس شق کے پیراگراف نمبر 1 کی مطابقت میں ریاست، جس کا وہ شہری ہو، کے قریب ترین موزوں نمائندے سے رابطہ کرنے میں اور اگر وہ کسی بھی ریاست کا باشندہ نہ ہو تو اسے اس ریاست کے نمائندے سے رابطہ کرنے میں مدد فراہم کی جائے گی جہاں وہ رہائش پذیر ہو۔

4- جب کوئی ریاست، اس شق کی مطابقت میں، کسی شخص کو حراست میں لے، تو وہ فوری طور پر اس کی اطلاع ان ریاستوں جن کا حوالہ شق 5 کے پیراگراف نمبر 1 میں دیا گیا ہے، کو یہ اطلاع دے گی کہ وہ شخص زیر حراست ہے اور ان حالات سے بھی آگاہ کرے گی جو کہ اس کو حراست میں رکھنے کا تقاضا کرتے ہوں۔ ابتدائی تحقیقات جس کا جائزہ اس شق کے پیراگراف نمبر 2 میں لیا گیا ہے، کا انعقاد کرنے والی ریاست اپنے حقائق کے بارے میں فوری طور پر مذکورہ ریاستوں کو آگاہ کرے گی اور یہ واضح کرے گی کہ آیا یہ اپنے دائرہ اختیار کو عمل میں لانے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں۔

شق 7

1- وہ فریق ریاست جس کے علاقہ عملداری میں کسی شخص نے مبینہ طور پر کسی ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہو جس کا حوالہ شق 4 میں دیا گیا ہے، اگر اس شخص کو اس کی متعلقہ ریاست کے حوالے نہیں کرتی، تو وہ اس معاملے کو استغاثہ کی کارکردگی کے لیے اپنے ماہر حکام کے حوالے کرے۔

2- یہ حکام اپنے فیصلے اسی انداز سے کریں گے جیسا کہ اس ریاست کے قانون کے تحت سنگین نوعیت کے عام جرم کی صورت میں کیے جاتے ہوں۔ وہ مقدمات جن کا حوالہ شق 5 کے پیراگراف نمبر 2 میں دیا گیا ہے، ان میں سزایابی اور استغاثہ کی کارروائی کے لیے درکار معیار کسی بھی طرح سے ان معیار سے کم سخت نہیں ہوں گے جن کا اطلاق ان مقدمات پر ہوتا ہے جن کا حوالہ شق کے پیراگراف نمبر 1 میں دیا گیا ہے۔

3- کوئی بھی شخص جس کے مقدمے کی کارروائی کا تعلق ایسے کسی بھی جرم سے ہو جس کا حوالہ شق نمبر 4 میں دیا گیا ہے، کو استغاثہ کی کارروائی کے تمام مراحل پر حسن سلوک کی ضمانت دی جائے گی۔

شق 8

1- وہ جرائم جن کا حوالہ شق 4 میں دیا گیا ہے، انہیں قابل سپردگی مجرمین کے طور پر سپردگی مجرمین کے ایسے کسی بھی معاہدے میں شامل سمجھا جائے گا جو کہ فریق ریاستوں کے مابین موجود ہو۔ فریقین ریاستیں ایسے جرائم کو قابل سپردگی مجرمین کے جرائم کے طور پر سپردگی مجرمین کے ہر اس معاہدے میں شامل کرنے کی حامی بھرتی ہیں جو ان کے درمیان طے پائے۔

2- کوئی بھی ریاست جو کہ سپردگی مجرمین کو کسی معاہدے کی موجودگی سے مشروط کرے، اس سے کوئی دوسری ریاست، جس کے ساتھ اس کا سپردگی مجرمین کا کوئی معاہدہ نہ ہوا ہو، سپردگی مجرمین، کی درخواست کرتی ہے، یہ ریاست ایسے جرائم کے حوالے سے سپردگی مجرمین کے لیے اس میثاق کو قانونی بنیاد تصور کرتی ہے۔ سپردگی مجرمین ان دیگر شرائط سے مشروط ہوگی جس کی ضمانت درخواست وصول کرنے والی ریاست کے قانون میں دی گئی ہو۔

3- وہ فریق ریاستیں جو کہ سپردگی مجرمین کو کسی معاہدے کی موجودگی سے مشروط نہیں کرتیں وہ ایسے جرائم اپنے مابین قابل سپردگی مجرمین کے جرائم کے طور پر تسلیم کریں گی جس کا دار و مدار ان شرائط پر ہوگا جن کی ضمانت درخواست وصول کرنے والی ریاست کے قانون میں دی گئی ہو۔

4- ریاستوں کے مابین سپردگی مجرمین کے لیے ایسے جرائم کا احاطہ اس طرح سے کیا جائے گا کہ جیسے ان کا ارتکاب نہ صرف یہ کہ اس جگہ کیا گیا ہے جہاں وہ وقوع پذیر ہوئے ہوں بلکہ ان ریاستوں کے علاقوں میں بھی کیا گیا ہے جن کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ شق 5 کے پیراگراف نمبر 1 کی مطابقت میں اپنی عملداری قائم کریں۔

شق 9

1- فریق ریاستیں ان جرائم سے متعلقہ فوجداری کارروائی کے حوالے سے ایک دوسرے کی ہر ممکنہ معاونت کریں گی جس میں مقدمے کی کارروائی کے لیے تمام ناگزیر شواہد کی فراہمی شامل ہے۔

2- فریق ریاستیں اپنے مابین موجود باہمی عدالتی معاونت کے معاہدے کی مطابقت میں اس شق کے پیراگراف نمبر 1 کے تحت اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں گی۔

شق 10

1- ہر حکومت، اس امر کو یقینی بنائے گی کہ اذیت رسانی پر پابندی سے متعلق آگاہی اور تمام معلومات کو قانون نافذ کرنے والے افراد، سول یا ملٹری، میڈیکل عملہ، سرکاری اہلکار یا دیگر افراد کی تعلیم و تربیت میں شامل کیا جائے، جن کا ایسے شہریوں کی نظر بندی، پوچھ گچھ یا روزمرہ کا واسطہ ہے جو گرفتار یا نظر بند ہیں، یا قید بھگت رہے ہیں۔

2- ہر حکومت، ایذارسانی پر عائد اس پابندی کو، ان قواعد وضوابط اور ہدایات میں شامل کرے گی جو ان اہلکاروں کے فرائض اور ذمہ داریوں کے بیان میں جاری کی جاتی ہیں۔

شق 11

ہر فریق ریاست ایذارسانی کے واقعات کی روک تھام کی غرض سے، اپنے دائرہ اختیار کے اندر کسی بھی علاقے میں کسی بھی قسم کی گرفتاری، حراست یا قید کا نشانہ بننے والے کسی بھی شخص کی نگرانی اور علاج کے لیے تفتیشی ضوابط، ہدایات، طرائق کار اور سرگرمیوں کا باقاعدگی سے جائزہ لے گی۔

شق 12

ہر فریق ریاست اس امر کو یقینی بنائے گی کہ اس کے ماہر حکام، جہاں کہیں بھی اس بات کے خاطر خواہ شواہد موجود ہوں کہ ریاست کے دائرہ اختیار کے ماتحت کسی بھی علاقے میں ایذارسانی کا ارتکاب کیا گیا ہے، فوری اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کا آغاز کریں گے۔

شق 13

ہر حکومت اس امر کو یقینی بنائے گی کہ کوئی بھی شہری، جو اس کے زیر کنٹرول علاقے میں اذیت رسانی کا شکار ہوتا ہے، اُس کو

اِس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی بااختیار ادارے میں اس کی شکایت کرے اور وہ ادارہ، فوری طور پر اور غیر جانبداری کے ساتھ اس کی شکایت کا جائزہ لے۔ اس امر کو یقینی بنانے کے لیے بھی اقدامات کیے جائیں گے کہ شکایت کنندہ اور گواہان کو دھمکیوں یا ظالمانہ سلوک کے خلاف ہر قسم کا تحفظ فراہم کیا جائے۔

شق 14

1- ہر حکومت اپنے قانونی نظام میں اس امر کو یقینی بنائے گی کہ اذیت کا شکار ہونے والے شہری کی شکایت کا ازالہ کیا جائے گا، اور یہ کہ اسے منصفانہ اور معقول معاوضہ حاصل کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ ایسا معاوضہ جو قابل نفاذ اور قابل عمل ہے، بشمول ممکنہ حد تک بحالی کے لیے مطلوبہ وسائل اور ذرائع، اذیت رسانی کی بنا پر موت واقع ہو جانے کی صورت میں، متاثرہ شہری کے لواحقین معاوضہ وصول کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

2- اس شق کی کوئی ذیلی شق، متاثرہ شخص یا دیگر افراد کے معاوضہ حاصل کرنے کے اس حق پر اثر انداز نہیں ہوگی، جو ملکی قانون میں پہلے ہی موجود ہے۔

شق 15

ہر فریق ریاست اس امر کو یقینی بنائے گی کہ کسی بھی قانونی کارروائی میں ایذا رسانی کے نتیجے میں دیے گئے بیان کو شہادت کے طور پر قبول نہیں کیا جائے گا۔ ماسوائے اس بیان کے جو ایذا رسانی کا ارتکاب کرنے والے ملزم کے خلاف شہادت کے طور پر دیا گیا تھا۔

دفعہ - 16

1- ہر حکومت، اپنے زیر کنٹرول علاقے میں، ظالمانہ، غیر انسانی یا توہین آمیز سلوک یا سزا کی دوسری کارروائیوں کو روکنے کی کوشش کرے گی، جو شق - 1 کی توضیح کی روشنی میں اذیت رسانی کے زمرے میں نہیں آتیں۔ خاص طور پر اس وقت، جب یہ کارروائیاں کسی سرکاری اہلکار کی شہہ پر یا رضامندی سے عمل میں لائی جائیں۔ ایسی صورت میں شق نمبر 10-11-12 اور 13 میں درج ذمہ داریوں کو پورا کرنا لازمی ہوگا۔

2- یہ شق کسی دوسری بین الاقوامی دستاویز یا ملکی قانون میں درج شق سے متصادم تصور نہیں ہوگی، جس کا مقصد ظالمانہ، غیر انسانی یا توہین آمیز سلوک یا سزا پر پابندی عائد کرنا ہے۔

حصہ دوئم

شق - 17

1- ایذا رسانی کے خلاف ایک کمیٹی (آگے چل کر اس کا حوالہ کمیٹی کے طور پر دیا گیا ہے) تشکیل دی جائے گی جو آئندہ سونپے جانے والے فرائض انجام دے گی۔ کمیٹی اعلیٰ حیثیت کے حامل اور انسانی حقوق کے میدان میں تسلیم شدہ اہلیت رکھنے والے 10 ماہرین پر مشتمل ہوگی جو کہ اپنی ذاتی صلاحیت کے مطابق خدمات انجام دیں گے۔ فریق ریاستیں منصفانہ جغرافیائی تقسیم اور قانونی تجربہ رکھنے والے چند افراد کی شمولیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ماہرین کا انتخاب کریں گی۔

2- کمیٹی کے اراکین کا انتخاب خفیہ رائے دہی کے ذریعے فریق ریاستوں کی جانب سے نامزد کردہ افراد کی فہرست میں سے کیا جائے گا۔ فریق ریاست اپنے شہریوں میں سے کسی فرد کو نامزد کرسکتی ہے۔ فریق ریاستیں ان افراد کی افادیت کو ذہن میں رکھیں گی جو کہ بین الاقوامی میثاق برائے شہری اور سیاسی حقوق کے تحت تشکیل کردہ انسانی حقوق کی کمیٹی کے رکن بھی ہوں اور جو ایذا رسانی کے خلاف کمیٹی کے لیے خدمات سرانجام دینے پر رضامند ہوں۔

کمیٹی کے اراکین کا انتخاب خفیہ رائے دہی کے ذریعے فریق ریاستوں کی جانب سے نامزد کردہ افراد کی فہرست میں سے کیا جائے گا۔ فریق ریاست اپنے شہریوں میں سے کسی فرد کو نامزد کرسکتی ہے۔ فریق ریاستیں ان افراد کی افادیت کو ذہن میں رکھیں گی جو کہ بین الاقوامی میثاق برائے شہری اور سیاسی حقوق کے تحت تشکیل کردہ انسانی حقوق کی کمیٹی کے رکن بھی ہوں اور جو ایذا رسانی کے خلاف کمیٹی کے لیے خدمات سرانجام دینے پر رضامند ہوں۔

3- اراکین کمیٹی کے انتخابات کا انعقاد اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی جانب سے ہر دو سال بعد منعقد کیے جانے والے فریق ریاستوں کے اجلاس کے موقع پر کیا جائے گا۔ ان اجلاسوں کے موقع پر جس کے لیے دو تہائی فریق ریاستیں ایک کورم قائم کریں گی، کمیٹی کے لیے ان لوگوں کا انتخاب کیا جائے گا جنہیں سب سے زیادہ ووٹ حاصل ہوں گے اور جنہیں وہاں پر موجود فریق ریاستوں کے نمائندوں اور ووٹنگ میں حصہ لینے والوں کے ووٹوں کی مکمل اکثریت حاصل ہو۔

4- ابتدائی انتخابات اس میثاق کے قابل عمل ہونے کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر منعقد کیے جائیں گے، ہر انتخاب کی تاریخ سے کم از کم 4 ماہ پہلے اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل فریق ریاستوں سے خطاب کرے گا جس میں وہ انہیں تین ماہ سے پہلے اپنے نامزد کردہ افراد کے نام جمع کروانے کی دعوت دے گا۔ سیکرٹری جنرل حروف تہجی کے مطابق نامزد کردہ افراد کی ایک فہرست تیار کرے گا اور ان فریق ریاستوں کی نشاندہی کرے گا جنہوں نے انہیں نامزد کیا ہو اور پھر یہ فہرست فریق ریاستوں کو جمع کروائے گا۔

5- کمیٹی کے اراکین کا انتخاب چار سال کی مدت کے لیے کیا جائے گا۔ اگر انہیں دوبارہ نامزد کیا گیا تو وہ دوبارہ منتخب ہونے کے اہل ہوں گے۔ تاہم پہلے انتخابات کے موقع پر منتخب ہونے والے اراکین کا عہدہ دو سال بعد ختم ہو جائے گا۔ پہلے انتخاب کے فوراً بعد ان پانچ اراکین کے ناموں کا انتخاب کمیٹی، جس کا ذکر اس آرٹیکل کے پیراگراف نمبر 3 میں کیا گیا ہے، کا چیئرمین کثرت رائے کے ذریعے کرے گا۔

6- اگر کمیٹی کا رکن انتقال کر جاتا ہے یا استعفیٰ دے دیتا ہے یا پھر کسی اور وجہ سے اپنے کمیٹی سے متعلقہ فرائض انجام نہیں دے سکتا تو اس کو نامزد کرنے والی فریق ریاست اپنی شہریوں میں سے کسی اور ماہر فرد کو نامزد کرے گی جو فریق ریاستوں کی اکثریت کی منظوری کے بعد بقیہ مدت پوری کرے گا، اگر اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی جانب سے مجوزہ نامزدگی کے بارے مطلع کیے جانے کے چھ ہفتے بعد تک نصف یا نصف سے زائد فریق ریاستیں اس پر کوئی اعتراض نہ کریں تو مجوزہ نامزدگی کو منظور شدہ تصور کیا جائے گا۔

7- فریق ریاستیں کمیٹی کے فرائض کی انجام دہی کے دوران کمیٹی کے اراکین کے اخراجات کی ذمہ دار ہوں گی۔

شق - 18

1- کمیٹی اپنے اراکین کا انتخاب دو سال کے لیے کرے گی۔ انہیں دوبارہ منتخب کیا جاسکتا ہے۔

2- کمیٹی اپنے طریق کار کے ضوابط خود تشکیل دے گی لیکن ان ضوابط میں مندرجہ ذیل چیزوں کا خیال رکھا جائے گا؛

(الف) کورم چھ اراکین پر مشتمل ہوگا۔

(ب) کمیٹی کے فیصلے حاضر اراکین کی اکثریتی رائے سے کیے جائیں گے۔

3- اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل اس میثاق کے تحت کمیٹی کی موثر کارکردگی کے لیے ضروری عملہ اور سہولیات فراہم کرے گا۔

4- اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل کمیٹی کا ابتدائی اجلاس طلب کرے گا۔ ابتدائی اجلاس کے بعد کمیٹی اپنے طریق کار کے ضوابط میں طے کیے گئے اوقات کے مطابق اجلاس کا انعقاد کرے گی۔

5- فریق ریاستیں کمیٹی اور فریق ریاستوں کے اجلاس پر اُٹھنے والے اخراجات، بشمول کسی بھی قسم کے اخراجات کے لیے خرچ کی ہوئی رقم کی اقوام متحدہ کو ادائیگی، مثال کے طور پر عملے اور سہولیات پر ہونے والے اخراجات وغیرہ کریں گی۔

شق- 19

1- فریق ریاستیں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے ذریعے متعلقہ فریق ریاست کے لیے میثاق کے آغاز کے بعد ایک سال کے اندر اندر اس میثاق کے تحت دی گئی ضمانت کی انجام دہی کے لیے اپنے اقدامات کے متعلق کمیٹی کو رپورٹیں جمع کروائیں گی۔ اس کے بعد فریق ریاستیں ہر چار سال کے بعد نئے اقدامات کے متعلق رپورٹیں اور ایسی دیگر رپورٹیں جمع کروائیں گی جن کا کمیٹی مطالبہ کرے گی۔

2- اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل یہ رپورٹیں تمام فریق ریاستوں کو منتقل کرے گا۔

3- ہر رپورٹ کا جائزہ کمیٹی لے گی جو کہ مناسب آراء کا اظہار کر سکتی ہے اور پھر یہ رپورٹیں متعلقہ فریق ریاست کے حوالے کرے گی۔ فریق ریاست ایسی کسی بھی قسم کی آرا کے ساتھ کمیٹی کو جواب دے سکتی ہے جن کا یہ انتخاب کرے۔

4- کمیٹی اپنی صوابدید پر اس شق کے پیراگراف نمبر 3 کی مطابقت میں اپنی آرا کے ساتھ ساتھ اس کے بعد کی متعلقہ فریق ریاست کی جانب سے موصول ہونے والی آرا کو شق 24 کی مطابقت میں تیار کی گئی اپنی سالانہ رپورٹ میں شامل کرنے کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ اگر متعلقہ فریق ریاست درخواست کرے تو اس شق کے پیراگراف نمبر 1 کے تحت جمع کرائی گئی رپورٹ کی ایک نقل بھی شامل کی جا سکتی ہے۔

شق- 20

1- اگر کمیٹی کو ایسی باوثوق اطلاعات موصول ہوں جن سے ایسے معقول اشارے ملتے ہوں کہ فریق ریاست کے علاقے میں ایذا رسانی کا باقاعدہ طور پر استعمال کیا جا رہا ہے تو کمیٹی فریق ریاست کو ان معلومات کے جائزے میں تعاون کرنے اور اس مقصد کے لیے متعلقہ معلومات کے حوالے سے آرا پیش کرنے کو کہے گی۔

2- ایسی کسی بھی قسم کی آرا، جو کہ متعلقہ فریق ریاست نے جمع کروائی ہوں، کے علاوہ کمیٹی کو دستیاب با مقصد معلومات کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر کمیٹی یہ فیصلہ کرے کہ یہ معلومات مصدقہ ہیں، تو یہ خفیہ تحقیقات اور اس کی رپورٹ کمیٹی کو پیش کرنے کے لیے اپنے اراکین میں سے ایک یا ایک سے زائد افراد کو نامزد کر سکتی ہے۔

3- اگر اس شق کے پیراگراف نمبر 2 کی مطابقت میں تحقیقات کی جاتی ہیں تو کمیٹی متعلقہ فریق ریاست سے تعاون کی درخواست کرے گی۔ اس فریق ریاست کی رضامندی سے ایسی تحقیقات میں علاقے کے دورے کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

4- اس شق کے پیراگراف نمبر 2 کی مطابقت میں اپنے رکن یا اراکین کے فراہم کردہ حقائق کا جائزہ لینے کے بعد، کمیٹی ان حقائق کے ساتھ ساتھ ایسی کسی بھی قسم کی آرا، جو کہ صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب معلوم ہوتی ہوں، متعلقہ فریق ریاست کے حوالے کرے گی۔

5- کمیٹی کی تمام کارروائیاں، جن کا حوالہ اس شق کے پیراگراف 1 تا 4 میں دیا گیا ہے، خفیہ ہوں گی، اور ان کارروائیوں کے ہر مرحلے پر فریق ریاست سے تعاون کی درخواست کی جائے گی۔ پیراگراف نمبر 2 کی مطابقت میں کی گئی تحقیقات کے حوالے سے ایسی کارروائیاں مکمل ہونے کے بعد، کمیٹی متعلقہ فریق ریاست سے مشاورت کے بعد شق 24 کی مطابقت میں تیار کی گئی اپنی سالانہ رپورٹ میں ان کارروائیوں کے نتائج کا ایک خلاصہ شامل کرنے کا فیصلہ کر سکتی ہے۔

شق - 21

1- اس میثاق کی فریق ریاست کسی بھی وقت اس شق کے تحت یہ اعلان کر سکتی ہے کہ یہ اس حوالے سے کہ کوئی فریق ریاست یہ دعویٰ کرتی ہے کہ کوئی دوسری فریق ریاست اس میثاق کے تحت عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر رہی، معلومات حاصل کرنے اور ان کا جائزہ لینے کے لیے کمیٹی کی اہلیت کا اعتراف کرتی ہے۔ ایسی معلومات کو اس شق میں دیے گئے طریق کار کے تحت صرف اس صورت میں وصول کیا جا سکتا ہے اور ان کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ یہ اس فریق ریاست کی جانب سے جمع کرائی گئی ہوں جس نے کمیٹی کی اہلیت کے حوالے سے کوئی اعلان کیا ہو۔ اس شق کے تحت اگر معلومات کا تعلق ایک ایسی فریق ریاست سے ہو جس نے ایسا کوئی اعلان نہ کیا ہو، تو ایسے کسی بھی مراسلے کا جائزہ نہیں لیا جائے گا۔ اس شق کے تحت وصول ہونے والے مراسلے پر مندرجہ ذیل طریقہ کار کے تحت غور کیا جائے گا۔

(الف) اگر کوئی فریق ریاست یہ سمجھتی ہے کہ کوئی دوسری فریق ریاست اس میثاق کی شرائط پر پورا نہیں اتر رہی تو یہ تحریر شدہ مراسلے کے ذریعے اس فریق ریاست کو اس معاملے سے آگاہ کر سکتی ہے۔ مراسلہ وصول کرنے والی ریاست تین ماہ کے اندر مراسلہ بھیجنے والی ریاست کو تحریری وضاحت یا معاملے کی صفائی پیش کرتے ہوئے کوئی اور بیان دے گی جس میں جس حد تک ممکن ہو اور مناسب ہو، اپنائے گئے معاملے کے متعلق اپنائے گئے داخلی طریقہ کار اور اس کی تلافی کے لیے کیے گئے اقدامات، چاہے وہ زیر التوا ہوں یا دستیاب ہوں، کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

(ب) اگر مراسلہ وصول کرنے والی ریاست کو ابتدائی معلومات موصول ہونے کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر اس معاملے کو دونوں متعلقہ ریاستوں کی تسلی کے مطابق حل نہیں کیا جاتا تو کسی بھی ریاست کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ کمیٹی اور دیگر ریاستوں کو نوٹس دیتے ہوئے یہ معاملہ کمیٹی کے سپرد کرے۔

(ج) اس شق کے تحت جو معاملہ کمیٹی کے سپرد کیا جائے گا وہ اس کا صرف اس صورت میں جائزہ لے گی جب اسے یہ یقین ہو جائے کہ بین الاقوامی قانون کے عام تسلیم شدہ اصولوں کے مطابق اس معاملے میں اندرونی تلافی کے تمام ذرائع کو بروئے کار لایا جا چکا ہے۔ اس ضابطے کا اطلاق اس وقت نہیں ہوگا جب تلافی کے اطلاق کو غیر مناسب طور پر طول دیا گیا ہو یا جب اس کی بدولت اس میثاق کی خلاف ورزی کا نشانہ بننے والے فرد کی دادرسی کا امکان نہ ہو۔

(ڈی) اس شق کے تحت مراسلوں کے جائزے کے دوران کمیٹی خفیہ اجلاس منعقد کرے گی۔

(ای) کمیٹی ذیلی پیراگراف سی کی دفعات کے تحت اس میثاق میں عائد کردہ ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لیے احترام کی بنیاد پر معاملے کے دوستانہ حل کو ذہن

میں رکھتے ہوئے متعلقہ فریق ریاستوں کے لیے اپنے عمدہ دفاتر کی دستیابی کو یقینی بنائے گی۔اس مقصد کے لیے کمیٹی، جب مناسب ہو، ایک ایڈہاک مصالحتی کمیٹی تشکیل دے گی۔

(ایف) اس شق کے تحت کمیٹی کے سپرد کیے گئے کسی بھی معاملے میں کمیٹی متعلقہ فریق ریاستوں، جن کا حوالہ ذیلی پیراگراف (بی) میں دیا گیا ہے، سے بامقصد معلومات فراہم کرنے کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

(جی) متعلقہ فریق ریاستوں، جن کا حوالہ ذیلی پیراگراف (بی) میں دیا گیا ہے، کو کمیٹی کی جانب سے معاملے کا جائزہ لینے کے دوران نمائندگی اور زبانی اور/یا تحریری طور پر رائے دینے کا حق حاصل ہوگا۔

(ایچ) کمیٹی ذیلی پیراگراف (بی) کے تحت نوٹس موصول ہونے کے بعد چھ ماہ کے اندر ایک رپورٹ جمع کروائے گی:

(i) اگر ذیلی پیراگراف (ای) کی شرائط کے تحت کوئی حل نکل آتا ہے تو کمیٹی اپنی رپورٹ کو حقائق اور معاملے کے حل کے بارے میں ایک مختصر بیان تک محدود رکھے گی۔

(ii) اگر ذیلی پیراگراف (ای) کے تحت کوئی حل نہیں نکلتا تو کمیٹی اپنی رپورٹ کو حقائق سے متعلق ایک مختصر بیان تک محدود رکھے گی اور متعلقہ فریق ریاستوں کے تحریری مراسلے اور زبانی مراسلوں کا ریکارڈ رپورٹ کے ساتھ منسلک کیا جائے گا۔

ہر معاملے میں، رپورٹ متعلقہ فریق ریاستوں کے حوالے کی جائے گی۔

-2 اس شق کی شرائط کا اطلاق اس وقت ہوگا جب اس میثاق سے متعلقہ پانچ فریق ریاستوں نے اس شق کے پیرا گراف نمبر 1 کے تحت اعلامیے جاری کیے ہوں۔ایسے اعلامیے فریق ریاستیں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو جمع کروائیں گی جس کے بعد سیکرٹری جنرل ان کی نقول دیگر فریق ریاستوں کے حوالے کرے گا۔اقرار نامہ کسی بھی وقت سیکرٹری جنرل کو تحریری نوٹس دیتے ہوئے واپس لیا جاسکتا ہے۔ایسی دستبرداری کا ایسے کسی بھی زیر غور معاملے پر اثر نہیں پڑے گا جو کہ اس شق کے تحت پہلے سے بھیجے گئے مراسلے سے متعلق ہو؛ اس شق کے تحت سیکرٹری جنرل کو اعلامیے سے دستبرداری کا تحریری نوٹس موصول ہونے کے بعد فریق ریاستوں سے مزید کوئی مراسلہ وصول نہیں کیا جائے گا، ماسوائے اس کے کہ متعلقہ فریق نے کوئی نیا اعلامیہ جاری کیا ہو۔

اگر کوئی فریق ریاست یہ سمجھتی ہے کہ کوئی دوسری فریق ریاست اس میثاق کی شرائط پر پورا نہیں اتر رہی تو یہ تحریر شدہ مراسلے کے ذریعے اس فریق ریاست کو اس معاملے سے آگاہ کر سکتی ہے۔مراسلہ وصول کرنے والی ریاست تین ماہ کے اندر مراسلہ بھیجنے والی ریاست کو تحریری وضاحت یا معاملے کی صفائی پیش کرتے ہوئے کوئی اور بیان دے گی جس میں جس حد تک ممکن ہو اور مناسب ہو، اپنائے گئے معاملے کے متعلق اپنائے گئے داخلی طریقہ کار اور اس کی تلافی کے لیے کیے گئے اقدامات، چاہے وہ زیر التوا ہوں یا دستیاب ہوں، کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

شق- 22

-1 اس میثاق کی فریق ریاست اس شق کے تحت کسی بھی وقت یہ اعلان کر سکتی ہے کہ کمیٹی کے دائرہ کار میں آنے والے افراد، جو کہ ریاستی فریق کی جانب سے اس میثاق کی شقوں کی خلاف ورزی کا نشانہ بننے کا دعویٰ کرتے ہیں، کی طرف سے یا ان کی خاطر مراسلے وصول کرنے اور ان کا جائزہ لینے کے حوالے سے کمیٹی کی اہلیت کو تسلیم کرتے ہیں۔کمیٹی ایسا کوئی بھی مراسلہ وصول نہیں کرے گی جس کا تعلق اس فریق ریاست سے ہو جس نے ایسا اعلامیہ جاری نہ کیا ہو۔

-2 کمیٹی اس شق کے تحت ایسی کسی بھی مراسلے کو ناقابل قبول تصور کرے گی جو کہ نامعلوم فرد نے جمع کرایا ہو یا جسے ایسے مراسلے جمع کروانے کے حق کی خلاف ورزی یا پھر اس میثاق کی شقوں سے متصادم تصور کرے۔

-3 کمیٹی پیراگراف نمبر 2 کی شرائط کے تحت اس شق کے تحت جمع کرائے گئے مراسلوں کے بارے میں اس میثاق سے متعلقہ اس فریق ریاست کو آگاہ کرے گی جس نے پیرا گراف نمبر 1 کے تحت اعلامیہ جاری کیا ہو اور جس کے بارے میں شبہ ہو کہ وہ اس میثاق کی شقوں کی خلاف ورزی کر رہی ہے۔مراسلہ وصول کرنے والی ریاست چھ ماہ کے اندر معاملے کی وضاحت اور تلافی کے حوالے سے کمیٹی کو تحریری وضاحتیں یا بیانات جمع کروائے گی۔

-4 کمیٹی اس شق کے تحت کسی فرد کی جانب سے یا اس کے توسط سے متعلقہ فریق ریاست کی جانب سے فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں موصول ہونے والے مراسلوں پر غور کرے گی۔

-5 کمیٹی کسی فرد کی جانب سے بھیجے گئے کسی بھی مراسلے پر غور نہیں کرے گی جب تک اسے یقین نہ ہو جائے کہ:

(الف) اس معاملے کا کسی اور بین الاقوامی تحقیقات یا تصفیے کے تحت جائزہ نہیں لیا گیا یا نہیں لیا جا رہا۔

(ب) متعلقہ فرد نے اندرونی تلافی کے تمام دستیاب شدہ ذرائع استعمال کر لیے ہیں، تاہم اس ضابطے کا اطلاق اس وقت نہیں ہوگا جب تلافی کے اطلاق کو غیر مناسب طور پر طول دیا گیا ہو یا جب اس کی بدولت اس میثاق کی خلاف ورزی کا نشانہ بننے والے فرد کی دادرسی کا امکان نہ ہو۔

-6 کمیٹی اس شق کے تحت مراسلوں کا جائزہ لینے کے دوران خفیہ اجلاس منعقد کرے گی۔

-7 کمیٹی متعلقہ فریق ریاست اور اس فرد کو اپنی آرا سے آگاہ کرے گی۔

-8 اس شق کی شرائط کا اطلاق اس وقت ہوگا جب اس میثاق سے متعلقہ پانچ فریق ریاستوں نے اس شق کے پیرا گراف نمبر 1 کے تحت اعلامیے جاری کیے ہوں۔ایسے اعلامیے فریق ریاستیں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو جمع کرائیں گی جس کے بعد سیکرٹری جنرل ان کی نقول دیگر ریاستوں کے حوالے کرے گا۔یہ اعلامیہ سیکرٹری جنرل کو تحریری نوٹس دیتے ہوئے کسی بھی وقت واپس لیا جا سکتا ہے۔ایسی دستبرداری کا ایسے کسی بھی زیرغور معاملے پر اثر نہیں پڑے گا جو کہ اس شق کے تحت پہلے سے جمع کرائے گئے مراسلے سے متعلق ہو؛ اس شق کے تحت سیکرٹری جنرل کو اعلامیہ سے دستبرداری کا نوٹس موصول ہونے کے بعد متعلقہ فرد یا اس کے توسط سے مزید کوئی مراسلہ وصول نہیں کیا جائے گا ماسوائے اس کے کہ متعلقہ فریق ریاست کوئی نیا اعلامیہ جاری کرے۔

شق - 23

کمیٹی اور ایڈہاک مصالحتی کمیشن کے اراکین، جن کی تقرری شق 21 کے پیرا گراف نمبر 1 (ای) کے تحت کی جا سکتی ہے، انہی سہولیات، مراعات اور اختیارات کے حقدار ہوں گے جو اقوام متحدہ کے مشن پر مامور ماہرین کو حاصل ہیں جن کا ذکر اقوام متحدہ کے میثاق کی سہولیات، مراعات اور اختیارات سے متعلقہ شقوں میں کیا گیا ہے۔

شق- 24

کمیٹی اس میثاق کے تحت فریق ریاستوں اور اقوام متحدہ

کی جنرل اسمبلی کو اپنی سرگرمیوں سے متعلق ایک سالانہ رپورٹ پیش کرے گی۔

حصہ سوئم

شق - 25

1- اس میثاق پر تمام ریاستیں دستخط کرسکتی ہیں۔

2- یہ میثاق توثیق کے تابع ہے۔ توثیق سے متعلقہ دستاویزات اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو جمع کروائی جائیں گی۔

شق - 26

اس میثاق کی تمام ریاستیں منظوری دے سکتی ہیں۔ یہ رسائی اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو رسائی کی دستاویز جمع کروانے کے بعد حاصل ہوگی۔

شق- 27

1- یہ میثاق اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو توثیق یا رسائی سے متعلقہ بیسویں دستاویز جمع کروانے کے 30 ویں دن سے قابل عمل ہوگا۔

2- توثیق یا منظوری کی بیسویں دستاویز جمع کروانے کے بعد اس میثاق کی توثیق یا اسے قبول کرنے والی ہر ریاست کے لیے اس میثاق کا اطلاق اس ریاست کی جانب سے توثیق سے متعلقہ دستاویز جمع کروانے کے تیسویں دن سے ہوگا۔

شق - 28

1- کوئی بھی ریاست اس میثاق پر دستخط یا اس کی توثیق کے وقت یہ اعلان کرسکتی ہے کہ وہ کمیٹی کی اہمیت جس کا ذکر شق 20 میں کیا گیا ہے، کو تسلیم نہیں کرتی۔

2- اس شق کے پیرا گراف نمبر 1 کی مطابقت میں تحفظات کا اظہار کرنے والی کوئی بھی ریاست کسی بھی وقت اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو تحریری نوٹس دیتے ہوئے اپنا اعتراض واپس لے سکتی ہے۔

شق- 29

1- کوئی بھی فریق ریاست ترمیم کی تجویز پیش کرسکتی ہے اور اسے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو پیش کرسکتی ہے۔ سیکرٹری جنرل بعدازاں یہ درخواست کرتے ہوئے فریق ریاستوں کو مجوزہ ترمیم کے بارے میں آگاہ کرے گا کہ وہ اسے مطلع کریں کہ آیا وہ اس تجویز پر غور کرنے اور اس پر ووٹنگ کے لیے فریق ریاستوں کی ایک کانفرنس منعقد کرنے کی حمایت کرتی ہیں۔ اگر ایسا مراسلہ بھیجنے کی تاریخ کے چار ماہ کے اندر کم از کم ایک تہائی فریق ریاستیں ایسی کانفرنس کی حمایت کرتی ہیں تو اس صورت میں سیکرٹری جنرل

اس میثاق کے اطلاق اور تشریح کے حوالے سے دو یا دو سے زیادہ ریاستوں کے مابین کسی بھی قسم کے تنازعے کو ان میں سے کسی ایک ریاست کی درخواست پر ثالثی کے لیے پیش کیا جائے گا۔ اگر ثالثی کی درخواست جمع کروانے کے چھ ماہ کے اندر اندر فریقین ثالثی کی تنظیم پر متفق نہیں ہوتے تو ان میں سے کوئی فریق درخواست کے ذریعے اس معاملے کو عالمی عدالت انصاف کے قانون کے مطابق اس کے سپرد کرسکتا ہے۔

اقوام متحدہ کے زیر اہتمام کانفرنس کا انعقاد کرے گا۔ کانفرنس کے موقع پر حاضر اور ووٹنگ میں حصہ لینے والی فریق ریاستوں کی اکثریت کی جانب سے منظور کردہ کسی بھی ترمیم کو سیکرٹری جنرل منظوری کے لیے فریق ریاستوں کے حوالے کرے گا۔

2- اس شق کے پیرا گراف نمبر 1 کی مطابقت میں منظور کی گئی ترمیم اس وقت قابل عمل ہوگی جب اس میثاق سے متعلق دو تہائی فریق ریاستوں نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو مطلع کیا ہو کہ انہوں نے اپنے متعلقہ آئینی طریقہ ہائے کار کے مطابق اسے قبول کرلیا ہے۔

3- ان ترامیم کے قابل عمل ہونے کے بعد ان کا اطلاق ان فریق ریاستوں پر ہوگا جنہوں نے ان کی منظوری دی ہو، جبکہ دیگر فریق ریاستیں اس میثاق کی شقوں اور ایسی کسی بھی ترامیم کی پابند ہوں گی جن کی انہوں نے پہلے منظوری دی ہو۔

شق - 30

1- اس میثاق کے اطلاق اور تشریح کے حوالے سے دو یا دو سے زیادہ ریاستوں کے مابین کسی بھی قسم کے تنازعے کو ان میں سے کسی ایک ریاست کی درخواست پر ثالثی کے لیے پیش کیا جائے گا۔ اگر ثالثی کی درخواست جمع کروانے کے چھ ماہ کے اندر اندر فریقین ثالثی کی تنظیم پر متفق نہیں ہوتے تو ان میں سے کوئی فریق درخواست کے ذریعے اس معاملے کو عالمی عدالت انصاف کے قانون کے مطابق اس کے سپرد کرسکتا ہے۔

2- کوئی بھی ریاست اس میثاق پر دستخط یا اس کی توثیق کے وقت یہ اعلان کرسکتی ہے کہ یہ خود کو اس شق کے پیرا گراف نمبر 1 کا پابند نہیں سمجھتی۔ کسی بھی فریق ریاست کی جانب سے ایسے تحفظات کے اظہار کے حوالے سے دیگر فریق ریاستیں اس شق کے پیرا گراف نمبر 1 کی پابند نہیں ہوں گی۔

3- اس شق کے پیرا گراف نمبر 2 کی مطابقت میں تحفظات کا اظہار کرنے والی کوئی بھی فریق ریاست کسی بھی وقت اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو تحریری نوٹس دیتے ہوئے اپنا اعتراض واپس لے سکتی ہے۔

شق - 31

1- کوئی بھی فریق ریاست اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو تحریری نوٹس دیتے ہوئے اس میثاق کی ملامت کر سکتی ہے۔ ایسی ملامت سیکرٹری جنرل کو تحریری نوٹس موصول ہونے کے ایک سال بعد موثر ہوگی۔

2- ایسی ملامت کے نتیجے میں کسی ریاست کو کسی اقدام یا غفلت، جو کہ اس تاریخ سے قبل ہوئی ہو جس دن یہ ملامت مؤثر ہو جاتی ہے، کی بنا پر کسی فریق ریاست کو اس میثاق کے تحت عائد ذمہ داریوں سے آزاد نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی یہ ملامت کسی بھی طرح سے کسی ایسے معاملے کے جاری شدہ جائزے پر اثر انداز ہوگی جس کا کمیٹی اس تاریخ سے پہلے سے جائزہ لے رہی ہو جس دن ملامت مؤثر ہو جاتی ہے۔

3- وہ تاریخ جب کسی فریق ریاست کی ملامت مؤثر ہو جاتی ہے؛ اس کے بعد کمیٹی اس ریاست سے متعلقہ کسی بھی معاملے کی سماعت کا آغاز نہیں کرے گی۔

شق - 32

اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ کی تمام رکن ریاستوں اور ان تمام ریاستوں کو، جنہوں نے اس میثاق پر دستخط کیے ہوں یا اس پر رضامندی ظاہر کی ہو، مندرجہ ذیل معلومات فراہم کرے گا:

(الف) شق 25 اور 26 کے تحت دستخط، توثیق اور رضامندی؛

(ب) شق 27 کے تحت اس میثاق کے قابل عمل ہونے کی تاریخ اور شق 29 کے تحت کسی بھی قسم کی ترامیم کے قابل عمل ہونے کی تاریخ

(ج) شق 31 کے تحت ملامت

شق- 33

1- یہ میثاق جس کے عربی، چینی، انگریزی، فرانسیسی، روسی اور ہسپانوی زبان میں لکھے گئے متن یکساں طور پر مستند ہیں، اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو جمع کروائے جائیں گے۔

2- اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل تمام ریاستوں کو اس میثاق کی تصدیق شدہ نقول فراہم کرے گا۔

2021 کے دوران گلگت بلتستان اور آزاد جموں و کشمیر میں بنیادی آزادیوں کی صورت حال

گلگت بلتستان

نقل وحرکت کی آزادی

2021 میں چوتھے شیڈول کو اختلاف رائے رکھنے والوں کی آواز کو دبانے کے لیے استعمال کیا جاتا رہا۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے فہرست میں موجود درجنوں سیاسی کارکنوں کی مسلسل نگرانی کرتے رہے اور انہیں اس قانون کے تحت کئی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا جن میں مقامی ایس ایچ او کو اپنی سرگرمیوں کے بارے میں مطلع کرنا شامل ہے۔ اس کی ایک واضح مثال ستمبر میں دیکھنے کو ملی جب بلتستان سے تعلق رکھنے والے جی بی اسمبلی کے رکن غلام شہزاد آغا کو سکردو میں اپنی پارٹی کے ایک اجلاس میں خطاب سے روک دیا گیا۔ چوتھے شیڈول میں موجود افراد کے کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ بھی بلاک کر دیے گئے جس کے باعث وہ اندرون اور بیرون ملک سفر نیز کووڈ 19 کی ویکسی نیشن سے بھی محروم ہو گئے۔

طالبان کے کابل پر قبضے کے بعد قومی سرحدوں کے آر پار سفر ایک نمایاں مسئلہ بنا رہا، خاص کر واخان کوریڈور میں جس کی سرحد جی بی سے ملتی ہے۔ جی بی کی واخی برادری کے سرحد کے پار رہنے والے اپنے قرابت داروں کے ساتھ دیرینہ تاریخی، ثقافتی اور لسانی تعلقات ہیں۔ 18 اگست 2021 کو افغانستان پر طالبان کے قبضے کے چند ماہ افغانستان کی وادی واخان میں مقیم ہنزہ کی وادی گوجال سے تعلق رکھنے والے رہائشیوں سرحد پار کرکے ہنزہ کی وادی چپرساں میں داخل ہوئے۔ انہیں وہاں پہنچتے ہی مقامی پولیس نے فارنرز ایکٹ 1946 کی دفعہ 14 کے تحت گرفتار کر کے ایف آئی اے کے سپرد کر دیا۔ بعدازاں، ایف آئی اے نے انہیں گوجال میں اپنے خاندانوں کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔

تاہم، ایک مقامی انسانی حقوق کے کارکن کا کہنا ہے کہ چند خواتین جو شادی کے بعد افغانستان مقیم ہو گئی تھیں اب بھی افغانستان میں پھنسی ہوئی ہیں اور انہیں اپنے انخلاء کے لیے حکومت پاکستان کی مدد درکار ہے۔ اس کی ایک مثال اس وقت دیکھنے کو ملی جب افغانستان میں مقیم ایک خاتون کی والدہ نے 20 ستمبر کو گلگت میں ایچ آر سی پی کے دفتر میں ایک درخواست جمع کرائی جس میں انہوں نے اپنی بیٹی کے انخلاء کا معاملہ سرکاری حکام تک پہنچانے کا مطالبہ کیا۔

سوچ، فکر اور مذہب کی آزادی

2021 میں، گلگت میں فرقہ ورانہ تناؤ اس وقت زور پکڑ گیا جب شیعہ رہنما آغا راحت حسین نے مئی میں اپنے عید الفطر کی نماز میں دیے گئے خطبے میں سنی فرقے کے رہنما کو مباحلہ کا چیلنج دیا۔ اس کے جواب میں تنظیم اہلِ سنت والجماعت کے امیر قاضی نثار احمد نے کئی فرمان جاری کیے اور آغا راحت کو اے ٹی اے کی دفعات کے تحت گرفتار کرنے کا مطالبہ کیا۔ دونوں فریقین کے عمائدین اور کچھ سیاست دانوں کی مداخلت سے یہ مسئلہ حل ہو گیا۔

طالبان کے کابل پر قبضے کے بعد قومی سرحدوں کے آر پار سفر ایک نمایاں مسئلہ بنا رہا، خاص کر واخان کوریڈور میں جس کی سرحد جی بی سے ملتی ہے۔ جی بی کی واخی برادری کے سرحد کے پار رہنے والے اپنے قرابت داروں کے ساتھ دیرینہ تاریخی، ثقافتی اور لسانی تعلقات ہیں۔ **18 اگست 2021** کو افغانستان پر طالبان کے قبضے کے چند ماہ افغانستان کی وادی واخان میں مقیم ہنزہ کی وادی گوجال سے تعلق رکھنے والے رہائشیوں سرحد پار کرکے ہنزہ کی وادی چپرساں میں داخل ہوئے۔

اس سے پہلے مارچ میں وادی نلتر میں نامعلوم حملہ آوروں نے مسافروں سے بھری وین کو نشانہ بنایا جس کی نتیجے میں سات مسافر ہلاک اور چھ زخمی ہوئے۔ تمام متاثرین کا تعلق سنی فرقے سے تھا۔ سنی برادری نے واقعے کے پورے جی بی میں مظاہرے کیے۔ یہ واقعہ مئی 2020 میں دو شیعہ مسلمانوں فرجا اور مزمل کے قتل کے بعد پیش آیا۔ احمدی برادری نے بھی حکومت کی جانب سے علاقے کے مختلف اضلاع میں اپنے فلاحی پروگرام بند کیے جانے کی شکایت کی۔ گلگت میں نامعلوم افراد نے اسماعیلی برادری کی عبادت گاہ کے ایک اسسٹنٹ کلرک پر فائرنگ کر دی۔

2021 میں سوچ کی آزادی کو کئی پابندیوں کا سامنا رہا۔ 31 جنوری کو نیشنل ورکرز فرنٹ جی بی نے 'گلگت - بلتستان: اراضی، جنگلی حیات اور قومی سوال' کے موضوع پر محقق ڈاکٹر نوشین علی اور نیو یارک یونیورسٹی کے پروفیسر آف سوشیالوجی کے ساتھ ایک زوم لیکچر کا انعقاد کیا۔ یہ لیکچر جی بی حکومت کے اس اعلان کے حوالے سے منعقد کیا گیا تھا کہ یہ پورے جی بی میں نیشنل پارکس قائم کرے گی۔ ڈاکٹر نوشین گلگت آنے کا ارادہ رکھتی تھیں، لیکن جولائی 2021 میں ان کی گلگت آمد سے پہلے وزیر اطلاعات نے ایک ٹویٹ میں دعویٰ کیا کہ وہ ایک 'کٹھ پتلی' تھیں جو ملک دشمن طاقتوں کی ایماء پر جی بی کی ساکھ خراب کریں گی۔ ان کی گلگت آمد پر انٹیلی جنس ایجنسیوں نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں دھمکایا۔

اسی طرح، قانون نافذ کرنے والے اداروں نے جرمن محقق ڈاکٹر ہرمن کروزمن جنہوں نے 45 سال سے زائد کا عرصہ جی بی پر تحقیق میں گزارا ہے، کی کتاب 'ہنزہ میٹرز' کی تقریب رونمائی پر پابندی لگا دی۔ کتاب کی رونمائی 13 جولائی 2021 کو ہنزہ میں ہونا تھی۔ تقریب کے منتظمین جن میں دانشور عزیز علی داد بھی شامل تھے، کو بھی دھمکیاں موصول ہوئیں۔ سول سوسائٹی کے کارکنوں نے اس اقدام کو لوگوں کو اپنی تاریخ اور ثقافت سے بے خبر رکھنے کی دانستہ ریاستی پالیسی قرار دیا۔

اگست میں، وادی یاسین میں پولیس نے ایک نامور مقامی سماجی و سیاسی کارکن مدد شاہ کو مقامی انتظامیہ پر تنقید کرنے پر گرفتار کر لیا۔ اکتوبر میں ایک اور واقعے میں ایک مقامی سیاسی کارکن شہناز بھٹو کو اس وقت دھمکیاں موصول ہوئیں جب انہوں نے ضلع غذر میں گھریلو تشدد کے ایک واقعے کی نشاندہی کی۔ اگست میں، لائن ڈیپارٹمنٹ ایسوسی ایشن کے صدر حاجی اجلال کو لائن ڈیپارٹمنٹ کے ملازمین کے حقوق کے لیے آواز اٹھانے پر گرفتار کر لیا گیا۔ جی بی میں ینگ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن کے صدر اور نامور ماہر قلب ڈاکٹر اعجاز ایوب کا ان کی فعالیت کی بناء پر ایک دور افتادہ علاقے میں تبادلہ کر دیا گیا۔

اظہار رائے اور انجمن سازی کی آزادی

مئی 2021 میں مقامی پولیس نے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے جی بی میں فرقہ ورانہ تشدد میں مبینہ طور پر ملوث ہونے کے حوالے سے سوشل میڈیا پر پوسٹس لگانے پر ایک سیاسی کارکن حسنین رمل کو گرفتار کر لیا۔ وہ دو ماہ سے زائد عرصہ تک قید میں رہے۔ انہیں اس سے پہلے 2017 اور 2019 میں بھی ریاست پاکستان کے خلاف سوشل میڈیا پر پوسٹس لگانے کے الزام میں گرفتار کیا جا چکا تھا۔ ان کا نام پہلے

ہی اے ٹی اے کے چوتھے شیڈول کی فہرست میں موجود ہے۔ وہ گزشتہ چار سالوں سے مقامی عدالتوں میں اے ٹی اے کی دفعات کے تحت الزامات کا سامنا کر رہے ہیں۔

اکتوبر میں جموں اینڈ کشمیر لبریشن فرنٹ کے سیکریٹری جنرل انجینئر ناصر کپوت کو گلگت سے گرفتار کرلیا گیا۔ اسی طرح، جی بی اسمبلی کے رکن شہزاد آغا کو مقامی انتظامیہ نے سکردو میں عوامی اجلاسوں میں خطاب سے روک دیا چونکہ ان کا نام بھی چوتھے شیڈول میں تھا۔

گزشتہ چار سالوں کے دوران جی بی میں جھوٹے ایف آئی آرز، کردارکشی، دھمکیوں اور مقامی صحافیوں کے خلاف مہمات کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ 2021 میں ریاستی اور غیر ریاستی عناصر کی جانب سے آزادی اظہار رائے کو دبانے کے واقعات بھی بڑھ گئے ۔ 13 ستمبر 2021 کو مقامی پولیس نے ایک مقامی صحافی حسین برچھا کو اس وقت گرفتار کرلیا جب انہوں نے گلگت کے پولیس ٹریننگ سنٹر میں ڈی آئی جی رینجرز کی جانب سے خواتین اہلکاروں کی مبینہ جنسی ہراسانی کے بارے میں سوشل میڈیا پر پوسٹ شیئر کی۔ پولیس نے برچھا کو آدھی رات کے وقت اٹھایا اور بغیر ایف آئی آر 24 گھنٹوں تک زیرحراست رکھا۔ ان کے خاندان نے ہیبس کارپس کی اپیل دائر کی جس پر گلگت کی چیف کورٹ نے انہیں اسی دن رہا کرنے کا حکم جاری کیا۔ امجد حسین برچھا کی گرفتاری پر پولیس کو تنقید کا نشانہ بنانے پر گلگت سے تعلق رکھنے والے ایک سینیئر صحافی منظر شگری کے خلاف بھی ایف آئی آر درج کرنے کی کوشش کی گئی۔

اگست 2021 میں گلگت سے تعلق رکھنے والے صحافی مہتاب الرحمٰن کو وزیراعلیٰ سیکریٹریٹ کے باہر وائے ڈی اے کے احتجاج کی کوریج کے دوران کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ غذر سے تعلق رکھنے والے ایک صحافی فیروز خان کو مئی میں مقامی مارکیٹ میں زائدالمعیاد اشیائے خوردو نوش اور دیگر مسائل کی نشاندہی پر جان سے مارنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ 10 اگست کو یونین آف جرنلسٹس اور گھانچے پریس کلب کے صدر کے خلاف اس وقت ایف آئی آر درج کی گئی جب انہوں نے گھانچے میں سول سوسائٹی کی جانب سے منعقد کیے گئے احتجاج اور دھرنے میں شرکت کی۔ اس مظاہرے میں ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال میں میں ایک گائناکالوجسٹ تعینات کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ 'پھنڈر ٹائمز' نامی سوشل میڈیا پیج کے مالک فدا علی شاہ شگری کو مفاد عامہ کے ایک مسئلے کی نشاندہی پر مقامی حکومت کے ایک ٹھیکے دار نے دھمکیاں دیں۔

صحافی برادری نے الزام عائد کیا کہ جی بی کا محکمہ اطلاعات میڈیا ہاؤسز کو بطور رشوت سرکاری اشتہارات دے کر اور مختلف موقعوں پر 'صحافتی امور سے متعلق ہدایات' جاری کر کے صحافیوں کو دھمکا رہا ہے۔ صحافیوں نے ایچ آر سی پی کو یہ بھی بتایا کہ انہیں جون 2021 میں فون پر مقامی محکمہ اطلاعات کی جانب سے ہدایات موصول ہوئیں جس میں انہیں گلگت میں ایک پریس کانفرنس میں ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ 'انسانی حقوق کی صورت حال 2020' کی رونمائی کی کوریج روکنے کو کہا گیا۔

13 ستمبر 2021 کو مقامی پولیس نے ایک مقامی صحافی حسین برچھا کو اس وقت گرفتار کرلیا جب انہوں نے گلگت کے پولیس ٹریننگ سنٹر میں ڈی آئی جی رینجرز کی جانب سے خواتین اہلکاروں کی مبینہ جنسی ہراسانی کے بارے میں سوشل میڈیا پر پوسٹ شیئر کی۔ پولیس نے برچھا کو آدھی رات کے وقت اٹھایا اور بغیر ایف آئی آر 24 گھنٹوں تک زیرحراست رکھا۔ ان کے خاندان نے ہیبس کارپس کی اپیل دائر کی جس پر گلگت کی چیف کورٹ نے انہیں اسی دن رہا کرنے کا حکم جاری کیا۔

اپریل میں صوبائی وزیرخوراک شمس لون نے ایک مقامی صحافی عاقل حسین کو دھمکیاں دیں جس نے سوشل میڈیا پر ایک پوسٹ کے ذریعے اول الذکر کو تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔ جی بی حکومت نے مارچ میں ایک نوٹیفکیشن جاری کیا جس میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کو فرقہ وارانہ معاملات کی نشاندہی کرنے والے سوشل میڈیا صارفین کے خلاف 'سخت اقدامات' کرنے کا حکم دیا گیا۔ 2021 کے دوران ہندوستانی ٹی وی چینل نشر کرنے کے الزامات پر چھ سے زائد کیبل آپریٹروں کے خلاف مقدمات درج کیے گئے۔

مارچ میں مذہبی عناصر نے نامور محقق عزیز علی داد اور وائے ڈی اے کے صدر ڈاکٹر اعجاز ایوب کو سنگین نتائج کی دھمکیاں دیں۔ ان دونوں حضرات نے سابق کرکٹر سعید انور کے گلگت اور ہنزہ کے تبلیغی دورے پر تنقید کی تھی جس کے دوران موخرالذکر نے مختلف اجتماعات سے خطاب کیا تھا جس میں خواتین کے عالمی دن کے موقع پر قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی (کے آئی یو) میں ایک اجتماع سے خطاب بھی شامل تھا۔

اجتماع کی آزادی

اپریل میں مقامی انتظامیہ نے کووِڈ 19 کو جواز بنا کر قوم پرست جماعت قراقرم نیشنل موومنٹ کی جانب سے ایک مقامی ہوٹل میں جی بی کی سیاسی حیثیت پر منعقد کیے گئے سیمینار پر پابندی لگادی۔ پارٹی عہدے داروں نے حکومت کے اس منافقانہ فیصلے پر اسے تنقید کا نشانہ بنایا چونکہ اس نے اسی سال 5 فروری کو یومِ کشمیر اور 23 مارچ کے موقع پر ریلیوں اور تقریبات کی اجازت دی تھی۔

مئی میں ہنزہ سے تعلق رکھنے والے ایک سیاسی کارکن رحمت علی کی ہنزہ میں شاہراہ قراقرم پر فرنٹیئر ورکرز آرگنائزیشن (ایف ڈبلیو او) کے اہلکار کے ساتھ تکرار ہوئی جس کے بعد مقامی پولیس نے انہیں گرفتار کرلیا اور کئی گھنٹوں تک غیر قانونی حراست میں رکھا۔ جون میں بلتستان سے تعلق رکھنے والے سابق طلبا رہنما اور قوم پرست لیڈر منظور پروانہ کو کوہستان کے علاقے داسو سے گرفتار کر کے ان کے آبائی گاؤں رونڈو، بلتستان منتقل کر دیا گیا۔ بلتستان میں ان کے حامیوں کے احتجاج کے بعد انہیں رہا کر دیا گیا۔ تجمل حسین کو شعبہ اردو کے ایک استاد کی شکایت پر وائس چانسلر کی قائم کردہ کمیٹی کی سفارش پر کے آئی یو سے نکال دیا گیا۔ مذکور پروفیسر نے الزام لگایا تھا کہ تجمل حسین نے اسے مبینہ طور پر دھمکیاں دی تھیں۔ تجمل حسین نے الزام عائد کیا کہ یونیورسٹی انتظامیہ نے اسے فیسوں میں اضافے اور مرد اساتذہ کی جانب سے طالبات کو ہراساں کیے جانے کے خلاف آواز اٹھانے پر یونیورسٹی سے نکالا۔

مئی میں وزیر صحت حاجی گلبر اور جی بی اسمبلی کے رکن نصیب خان کو گلگت سے سکردو جاتے ہوئے ایف ڈبلیو او کے اہلکاروں نے دھمکایا۔ مئی میں ہی گلگت کے قریبی گاؤں سکوار سے تعلق رکھنے والے سماجی کارکن نائب خان کو لینڈ مافیا کی سرپرستی کرنے پر انتظامیہ کے خلاف مہم چلانے کی بنا پر گرفتار کرلیا۔

اگست میں گاکوچ میں ایک احتجاج کو روکنے کے لیے دفعہ 144 نافذ کر دی گئی جہاں وادی اشکومن کے مکینوں نے معاونِ وزیراعلیٰ ظفر محمد شادم خیل کے خلاف احتجاج کا اعلان کیا تھا۔ موخرالذکر پر الزام تھا کہ انہوں نے ضلع غذر میں اثر کثیرالمقاصد کوآپریٹو سوسائٹی کے مینیجر کو تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔

ستمبر میں کے آئی یو کے 11 طلبا کے خلاف اے ٹی اے کے تحت مقدمہ درج کرلیا گیا۔ طلبا نے کے آئی یو میں یومِ حسین منانے کے لیے ایک اجلاس منعقد کیا تھا۔ انہیں یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔ اسی دن یونیورسٹی انتظامیہ نے کیمپس کے ماحول کو فرقہ وارانہ قرار دیتے ہوئے یونیورسٹی کو بند کر دیا۔ کچھ طلبا نے اس اقدام کو ان کے اجتماع کی آزادی کے حق کے منافی قرار دیا۔

اکتوبر میں ہنزہ میں مقامی پولیس نے ریٹائرڈ فوجی اہلکاروں کو گرفتار کرلیا جو اپنی ماہانہ پنشن کی ادائیگی میں تاخیر

کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔ اگست میں ایک اور واقعے میں 25 اگست 1989 کو پی آئی اے کے فوکر طیارے کی گلگت سے اسلام آباد پرواز کے دوران گمشدگی کی تحقیقات کا مطالبہ کرنے والے مظاہرین کو اے ٹی اے کی دفعات کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ مظاہرین لاپتا طیارے کے مسافروں کے رشتے دار تھے۔

جمہوری ترقی

وفاقی وزارت داخلہ نے 5 جنوری کو جی بی میں جنگلی حیات، جنگلات اور ماحول کے تحفظ کے لیے فرنٹیئر کانسٹیبلری کی تعیناتی کے احکامات جاری کیے۔ جی بی کے رہائشیوں نے اسے وفاق کا مقامی فورسز پر عدم اعتماد قرار دیا۔

آخری بلدیاتی انتخابات 2004 میں منعقد ہوئے تھے۔ اگرچہ پی ٹی آئی کی نئی منتخب حکومت نے اعلان کیا تھا کہ یہ جی بی میں بلدیاتی انتخابات 2021 میں ہوں گے، تاہم اس نے ابھی تک اپنا یہ وعدہ پورا نہیں کیا۔

آزاد جموں وکشمیر

اظہار رائے کی آزادی

اے جے کے میں اظہار رائے کی آزادی سنسرشپ کے ناقابلِ دید ماحول میں زیر عتاب رہی۔ مقامی میڈیا نے ان مرکزی جماعتوں کی سیاسی سرگرمیوں کی کوریج کی جو خطے کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی حمایت کرتی ہیں۔ مکمل آزادی کی حمایت کرنے والی قوم پرست جماعتوں اور گروہوں کی ریلیوں اور مظاہروں کی نہ تو قومی میڈیا نہ ہی مقامی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے کوریج کی۔ ایسی خبریں صرف سوشل میڈیا پر ہی دکھائی دیتی تھیں۔

حالیہ سالوں میں، اے جے کے حکومت نے اظہار رائے کی آزادی کو دبانے کے لیے، خاص طور پر اگر اس کا تعلق خطے کی سیاسی حیثیت سے ہو، سائبر جرائم کے قوانین سمیت کئی قوانین منظور کیے۔ میڈیا ہاؤسز، تھنک ٹینکس اور دیگر تنظیموں کو علاقے میں کام کرنے کے لیے یا تو اے جے کے کونسل یا وفاقی وزارت برائے امور کشمیر و گلگت ۔بلتستان سے اجازت لینا پڑتی ہے۔ پاکستان کے سرکاری بیانیے کی تعمیل کا ہدف ڈھانچہ جاتی سنسرشپ اور خود ساختہ سنسرشپ کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔

اس سال، سائبر قوانین کے تحت 26 مقدمات درج کیے گئے جن میں سے زیادہ تر ان صحافیوں اور کارکنوں کے خلاف تھے جنہوں نے سرکاری خزانے میں بدعنوانی کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی تھی۔ مقدمات کی اصل تعداد اس سے بھی زیادہ بتائی جاتی ہے کیوں کہ اس حوالے سے کوئی سرکاری اعداد و شمار دستیاب نہیں۔ عام طور پر مانا جاتا ہے کہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں، سیاست دان اور سرکاری عہدے دار سبھی نے اپنے ناقدین اور مخالفین کو نشانہ بنانے کے لیے ان قوانین کا استعمال کیا ہے۔

یکم مارچ کو، دنیا نیوز کے رپورٹر سید تقی الحسن اور ان کے ساتھی صحافیوں پر حکمران جماعت پی ایم ایل۔این کے اراکین نے اس وقت حملہ کر دیا جب وہ وزیر اعظم راجا فاروق حیدر کی جانب سے ایک مبینہ غیر قانونی تعمیر کی کوریج کر رہے تھے۔ بعد ازاں، پولیس نے نعیم چغتائی، سید تقی الحسن، صدیق لون اور حمزہ کتال سمیت آٹھ صحافیوں کو گرفتار کرلیا۔ یہ صحافی ینگ جرنلسٹس فورم نامی تنظیم سے وابستہ تھے۔

17 اگست کو، سماء ٹی وی کے ایک اور رپورٹر مقصود احمد کو

> **17 اگست کو، سماء ٹی وی کے ایک اور رپورٹر مقصود احمد کو پولیس نے مظفر آباد کرکٹ اسٹیڈیم میں تشدد کا نشانہ بنایا۔ وہ اسٹیڈیم کے باہر شائقین اور پولیس کے درمیان ہونے والے تصادم کی فلم بندی کر رہے تھے۔ اپنا پریس کارڈ دکھانے کے باوجود پولیس نے ان پر تشدد کیا۔**

پولیس نے مظفر آباد کرکٹ اسٹیڈیم میں تشدد کا نشانہ بنایا۔ وہ اسٹیڈیم کے باہر شائقین اور پولیس کے درمیان ہونے والے تصادم کی فلم بندی کر رہے تھے۔ اپنا پریس کارڈ دکھانے کے باوجود پولیس نے ان پر تشدد کیا۔

سول سوسائٹی کے مظاہروں پر کریک ڈاؤن

2021ء میں، سول سوسائٹی کے مظاہروں کے دوران تصادم اور پولیس کے کریک ڈاؤن کے کئی واقعات سامنے آئے۔ جنوری میں، پولیس نے دارالحکومت مظفر آباد میں سینکڑوں احتجاجی اساتذہ پر تشدد کیا جس کے نتیجے میں کئی اساتذہ شدید زخمی ہوئے جبکہ درجنوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ یہ اساتذہ تنخواہوں میں اضافے کے لیے احتجاج کر رہے تھے۔ جنوری میں ایک مرتبہ پھر پونچھ ڈویژن میں آٹے کی قیمتوں میں انتہائی اضافے کے خلاف ہڑتال کا اعلان کیا گیا۔ ہڑتال سے ایک دن پہلے، راولاکوٹ اور باغ میں ہڑتالی مہم کے رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا۔ راولاکوٹ میں اعلانات کرنے پر تین نوجوانوں جبکہ باغ میں پبلک ایکشن کمیٹی کے چھ رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا۔ ہڑتال کے دوران، آزاد پتن میں پولیس اور مظاہرین کے درمیان جھڑپیں ہوئیں جن میں متعدد شہری اور پولیس اہلکار زخمی ہوئے۔

مارچ میں گھمیر انقلابی نوجوان تحریک نے ایل او سی کے قریب گھمیر میں موبائل فون سروس سمیت بنیادی سہولیات کی کمی کے خلاف احتجاج کیا۔ پولیس نے مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے لاٹھی چارج کیا اور آنسو گیس کے گولے برسائے۔ چھ مظاہرین کو گرفتار کرلیا گیا۔

جون میں عباس پور میں طلباء نے بجلی کی بندش اور دیگر مسائل کے خلاف احتجاج کیا۔ پولیس نے لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا استعمال کیا اور پھر 35 طلباء کے خلاف انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت دو مختلف مقدمات درج کر لیے۔ تقریباً آٹھ طلباء کو کئی دنوں تک راولاکوٹ تھانے میں بند رکھا گیا۔

جولائی میں وادی نیلم میں خیبر پختونخوا (کے پی) پولیس کی فائرنگ کے نتیجے میں ایک شہری ہلاک اور 15 زخمی ہوگئے۔ خیبر پختونخوا پولیس کے اہلکاروں کو انتخابات کے دوران امن و امان برقرار رکھنے کے لیے طلب کیا گیا تھا۔ تاہم، اے جے کے انتظامیہ اور پولیس اور کے پی کے درمیان بس کی بکنگ کے معاملے پر تنازعہ کھڑا ہوگیا، جس کے بعد کے پی پولیس نے اے جے کے پولیس کے اہلکاروں اور اسسٹنٹ کمشنر پر فائرنگ کردی۔ ایک نوجوان راہگیر عتیق الرحمان فائرنگ کی زد میں آکر موقع پر ہلاک ہوگیا۔ اے جے کے پولیس کے کچھ اہلکار بھی زخمی ہوئے۔ وقوعے کے ذمہ دار پولیس اہلکاروں کو رہا کرکے کے پی پولیس کے حوالے کردیا گیا۔

سول سوسائٹی کی تنظیموں کی صورتِ حال

اے جے کے حکومت 2015ء سے سول سوسائٹی کی تنظیموں اور غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) کے لیے گنجائش کم کرتی آرہی ہے۔ جب قومی ایکشن پلان کو اے جے تک وسیع کیا گیا تو حکومت نے سول سوسائٹی کی تنظیموں پر کئی پابندیاں لگا دیں جن میں این او سی کا حصول اور اندراج کا عمل مشکل بنانا شامل ہے۔ نتیجتاً، متعدد مقامی اور قومی این جی اوز نے کام بند کردیا اور اپنے عملے کو فارغ کردیا۔ ایسے کوئی اعداد و شمار دستیاب نہیں جو ظاہر کرتے ہوں کہ حالیہ سالوں میں کتنی این جی رجسٹرڈ ہوئیں یا جنہوں نے اپنی سرگرمیوں کے لیے این او سی حاصل کیا۔

مذہبی عدم رواداری اور توہین مذہب کے قوانین

توہین مذہب کے الزام میں ہجوم کے ہاتھوں ہلاکت کا اے جے کے میں تقریباً کوئی وجود نہیں۔ تاہم، توہین مذہب کے قانون کے تحت مقدمات درج کیے جانے واقعات اکثر پیش آتے رہتے ہیں، خاص طور پر محرم اور ربیع الاول کے مہینوں میں۔

جنوری میں ہمایوں پاشا نامی شہری کو میرپور میں چند مذہبی پوسٹر اتارنے پر گرفتار کرلیا گیا۔ اسے مینٹیننس آف

پبلک آرڈر ایکٹ کی دفعہ 16 کے تحت گرفتار کیا گیا۔ شہریوں نے پاشا پر الزام لگایا تھا کہ اس نے مقدس تصاویر کی توہین کی تھی۔ اس سے پہلے کہ پولیس اسے حراست میں لیتی، چند وکلاء اور تحریک لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) کے کارکنوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ پولیس رپورٹ کے مطابق، چند قیدیوں نے حملہ کیا جب اسے ڈسٹرکٹ جیل میر پور لے جایا گیا۔ اسے جیل میں 200 دن گزارنے کے بعد 30 ستمبر کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔

جمہوری ترقی

انتخابات

یہ اے جے کے میں انتخابات کا سال تھا اور سابق اسمبلی کی مدت پوری ہونے کے بعد خطے نے اپنی دسویں قانون ساز اسمبلی کا انتخاب کیا۔ سابق اسمبلی 49 ارکان پر مشتمل تھی اور ایک آئینی ترمیم کے ذریعے چار مزید عام نشستوں کے اضافے کے بعد نئی اسمبلی میں نشستوں کی تعداد 53 ہوگئی جس میں سے 45 عام نشستیں براہ راست منتخب ہوتی ہیں، پانچ نشستیں خواتین، اور تین نشستیں بالترتیب مذہبی رہنماؤں، ٹیکنوکریٹس اور سمندر پار کشمیریوں کے لیے مخصوص ہیں۔ 45 میں سے 12 عام نشستوں کا انتخاب پاکستان میں مقیم کشمیری تارکین وطن کرتے ہیں۔

اے جے کے اسمبلی کے دسویں عام انتخابات 25 جولائی 2021 کو منعقد ہوئے۔ الیکشن کمیشن نے ووٹ ڈالنے کی شرح 62 فیصد ریکارڈ کی۔ حکومت پاکستان کی جانب سے مداخلت کے الزامات کے درمیان، زیر اقتدار پی ٹی آئی نے 26 نشستیں جیت کر اسمبلی میں واضح اکثریت حاصل کر لی۔ پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) نے 11 اور پی ایم ایل۔این نے چھ نشستیں حاصل کیں۔ مخصوص نشستوں کی تخصیص کے بعد، پی ٹی آئی نے اسمبلی میں 53 میں سے 32 نشستیں حاصل کیں۔ اسمبلی کی گزشتہ تین مدتوں کے دوران پاکستان کی مرکزی سیاسی جماعتیں سیاسی میدان پر غالب رہی ہیں اور مقامی سیاسی جماعتوں کے لیے گنجائش مزید کم ہوگئی ہے، چونکہ اے جے کے سے تعلق رکھنے والی مسلم کانفرنس اور جموں کشمیر پیپلز پارٹی صرف ایک ایک نشست حاصل کر سکیں۔

انتخابات مجموعی طور پر پُر امن رہے، اگرچہ پولنگ کے دن ووٹنگ میں مداخلت کے چند واقعات رپورٹ ہوئے۔ سیاسی جماعتوں کے درمیان، نیز سکیورٹی فورسز کے ساتھ تصادم میں تین سیاسی کارکن ہلاک ہوئے۔ تمام سیاسی جماعتوں نے دھاندلی کے الزامات لگائے لیکن کسی نے بھی انتخابی نتائج کو چیلنج نہیں کیا۔ پولنگ کے دن، ضلع کوٹلی میں پی پی کے کارکنوں کے ساتھ تصادم میں پی ٹی آئی کے دو کارکن ہلاک ہوئے، مختلف علاقوں میں دو پولیس اہلکاروں کو مارا پیٹا گیا اور چار فوجی اہلکار انتخابی ڈیوٹی سے واپسی ٹریفک حادثے میں ہلاک ہوئے۔ ضلع باغ میں پی ٹی آئی اور پی پی پی کے کارکنوں کے درمیان تصادم میں کئی افراد زخمی ہوئے، جس کے بعد؛ پولنگ کا عمل روک دیا گیا۔ شاردا کے علاقے میں اے جے کے میں انتخابی ذمہ داریوں پر مامور کے پی پولیس کے اہلکاروں نے واپسی کے لیے ٹرانسپورٹ فراہم نہ کرنے پر مقامی پولیس اور اسسٹنٹ کمشنر پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں ایک نوجوان راہگیر ہلاک ہو گیا۔

17 اگست کو، سماء ٹی وی کے ایک اور رپورٹر مقصود احمد کو پولیس نے مظفرآباد کرکٹ اسٹیڈیم میں تشدد کا نشانہ بنایا۔ وہ اسٹیڈیم کے باہر شائقین اور پولیس کے درمیان ہونے والے تصادم کی فلم بندی کر رہے تھے۔ اپنا پریس کارڈ دکھانے کے باوجود پولیس نے ان پر تشدد کیا۔

وزیر اعظم پاکستان نے ایک بے مثل اقدام کرتے ہوئے اے جے کے میں انتخابی مہم کے دوران پی ٹی آئی کی ریلیوں میں حصہ لیا اور عوامی اجتماعات سے خطاب کیا۔ وفاقی وزیر برائے امورِ کشمیر ووٹروں میں رقوم بانٹتے پائے گئے۔ الیکشن کمیشن نے انتخابی مہم میں حصہ لینے پر ان کے خلاف ایف آر درج کرنے کا حکم دیا۔ اس کے باوجود، وہ اور دیگر وفاقی وزراء نے کھلے عام انتخابی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ ان سرگرمیوں نے اے جے کے کے انتخابات میں وفاقی اثر و رسوخ کے تصور کو مزید تقویت دی۔

اے جے حکومت نے ابتداء میں انتہا پسند نظریات کی حامل ٹی ایل پی پر انتخابی مہم چلانے پر پابندی لگائی اور ضلعی انتظامیہ کو ہدایت کی گئی کہ اسے کسی بھی سیاسی سرگرمی اور اجتماع کی اجازت نہ دی جائے، لیکن بعد میں ٹی ایل پی کو انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دے دی گئی۔

سیاسی اختلاف رائے پر پابندیاں

اے جے کے میں سیاسی سرگرمیوں کو وفاقی حکومت بالواسطہ طور پر کنٹرول کرتی ہے۔ کشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی حمایت کرنے والے سیاسی جماعتوں کو انتخابی عمل میں حصہ لینے کی اجازت ہوتی ہے۔ 2018 میں اے جے کے آئین میں ترمیم کے ذریعے ایک نیا انتخابی قانون، الیکشن کمیشن ایکٹ متعارف کرایا گیا اور اس میں 2021 میں ترمیم کی گئی۔ اس اقدام کا مقصد انتخابی عمل کو کنٹرول کرنا اور جموں کشمیر لبریشن فرنٹ جیسی قوم پرست جماعتوں کو انتخابی عمل میں حصہ لینے سے روکنا تھا۔ نئے قانون کے تحت امیدوار کو انتخابات کے لیے کاغذات نامزدگی جمع کراتے وقت ایک حلف نامے پر دستخط کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کرنا ہوتا ہے کہ وہ 'نظریہ پاکستان'، کشمیر کے متنازعہ علاقے کے پاکستان سے الحاق اور پاکستان کی سلمیت اور خودمختاری' کی حمایت کرتا/ کرتی ہے۔

اے جے کے انتخابات ایکٹ 2021 کے تحت انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواروں کو 'نظریہ پاکستان' اور کشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کا باضابطہ طور پر اقرار کرنا ہوتا ہے۔ پاکستان سے الحاق کے تصور سے اختلاف کرنے والے امیدواروں کو انتخابی عمل میں حصہ لینے کے لیے نااہل قرار دے دیا گیا۔ حالیہ قوانین نے اے جے کے میں سیاسی جماعتوں پر پابندیوں کو وسیع کر دیا ہے۔ ان نئے قوانین نے اختلافی نظریات رکھنے والے سیاسی گروہوں کے لیے پہلے سے محدود گنجائش کو مزید کم کر دیا ہے۔

اب تک الیکشن کمیشن 32 سیاسی جماعتوں کو رجسٹر کر چکا ہے جن میں سے ایک بھی جماعت آزادی ریاست کشمیر کے نظریے کی حامی نہیں۔

بلدیاتی انتخابات

ایک اور سال اے جے کے میں بلدیاتی انتخابات کے بغیر گزر گیا۔ آخری بلدیاتی انتخابات 1991 میں منعقد ہوئے تھے۔ بڑھتے ہوئے عوامی مطالبے اور جلد از جلد بلدیاتی انتخابات کرانے کے ایک عدالتی حکم کے باوجود حکومت اور مرکزی سیاسی جماعتوں نے انتخابات کے انعقاد میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ نتیجتاً، نئی منتخب حکومت نے پارٹی کے کئی ارکان کو مقامی حکومت کا سربراہ مقرر کر دیا۔ انتظامی اور مالیاتی اختیارات اصولی طور پر نچلی سطح پر منتقل ہونے چاہئیں لیکن اراکین اے کے اسمبلی، جن کا بنیادی کام ترقیاتی کام نہیں بلکہ قانون سازی کرنا ہے، ترقیاتی سکیموں کا انصرام کر رہے ہیں۔

مقامی حکومتوں کی غیر موجودگی میں درجہ دوم کی قیادت نامور سیاسی رہنماؤں کے قرابت داروں پر مشتمل ہوتی ہے جبکہ نوجوان سیاسی کارکنوں کو سیاسی عمل میں شرکت کا بہت کم موقع ملتا ہے۔ خواتین کو بہت کم معاشی مواقع حاصل ہوتے ہیں، ان کے لیے سیاست میں شرکت کی گنجائش بہت کم ہوتی ہے اور انہیں پالیسی سازی کی سطح پر قیادت کے عہدوں تک بھی رسائی نہیں ہوتی۔

(2021 میں پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال سے اقتباس)

خواتین اساتذہ کو تنخواہوں کی عدم ادائیگی

نوشکی نوشکی میں بیسک کمیونٹی ایجوکیشن اسکول کے خواتین اساتذہ کو گزشتہ ایک سال سے تنخواہوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے انتہائی معاشی مشکلات سے دوچار کردیا ہے گزشتہ پندرہ سالوں سے خواتین اساتذہ ماہانہ 8000 ہزار روپے میں خدمات سرانجام دے رہی ہیں اور گزشتہ کئی سالوں سے ان اساتذہ کو مستقل کرنے کی نوید بھی دی جارہی ہے لیکن ہنوز کوئی پیش رفت نظر نہیں آرہی ہے جبکہ دیگر صوبوں کے اساتذہ کو مستقل کردیا گیا دو ماہ قبل بی ای سی ایس کے اساتذہ نے تنخواہوں کی عدم ادائیگی پر پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ بھی کیا لیکن متعلقہ حکام کی عدم توجہی باعث ندامت ہے بی ای سی ایس کے اساتذہ گزشتہ 15 سالوں سے اپنے فرائض منصبی سرانجام دے رہی ہیں اور اکثر اساتذہ کی بالائی عمر کی حد پوری ہونے کی وجہ سے وہ دیگر اداروں میں ملازمت نہیں کرسکتی ہے نوشکی ڈسٹرکٹ میں 38 خواتین اساتذہ گزشتہ ایک سال سے تنخواہوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے پریشان اور مشکلات سے دوچار ہیں خواتین اساتذہ کے ماہانہ بنیادوں پر تنخواہوں کی ادائیگی اور انھیں مستقل کرنے کے احکامات جاری کیے جائیں جس طرح سندھ حکومت نے اساتذہ کو مستقل کیا ہے اسی طرح بلوچستان کے اساتذہ کو بھی مستقل کر کے خواتین اساتذہ میں پائی جانے والی بے چینی کا ازالہ کیا جائے۔

(محمد سعید بلوچ)

صحت کی بنیادی سہولیات سے محرومی

نوشکی نوشکی کے عوام 21 ویں صدی میں بھی صحت کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں جسکی وجہ سے نوشکی کے غریب باشندوں کو معمولی علاج معالجہ کے لیے صوبائی دارالحکومت کوئٹہ کا رخ کرنا پڑتا ہے۔ غریب مریضوں کو مالی مشکلات اور وقت کے ضیاع سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ بلوچستان میں بیروزگاری سنگین صورت اختیار کررہی ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں گریجویٹ نوجوان ملازمت کے حصول کے لیے دردر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ بلوچستان میں محکمہ صحت تعلیم لائیواسٹاک زراعت جنگلات اور دیگر محکموں میں ہزاروں کی تعداد میں برسوں سے آسامیاں خالی ہیں۔ اس وقت ٹیچنگ ہسپتال نوشکی میں 55 سکنشن آسامیوں میں 47 اسامیاں طویل عرصہ سے خالی ہیں جس سے صوبائی حکومت اور محکمہ صحت کے اعلی حکام کی عدم توجہی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ٹیچنگ ہسپتال میں آئی اسپشلسٹ نہ ہونے کی وجہ سے نوشکی کے باشندوں کو معمولی علاج کے لیے بھی صوبائی دارالحکومت کوئٹہ کا جانا پڑتا ہے۔ ٹیچنگ ہسپتال میں اسپشلسٹ اور ڈاکٹروں کے رہائش کے لیے 75 سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی ہنوز کوئی پلاننگ نہیں کی گئی ہے جس کی وجہ سے اسپشلسٹ لیڈی ڈاکٹر نوشکی میں پوسٹنگ کرانے سے اجتناب کرتے ہیں۔ ٹیچنگ ہسپتال کے احاطے میں اسپشلسٹ ڈاکٹروں کے لیے رہائشی کالونی کی تعمیر عمل میں لائی جائے۔ ڈاکٹروں کے رہائشی مسئلہ حل ہونے کی وجہ سے جہاں ڈاکٹروں کو رہائشی سہولیات میسر ہونگی دوسری جانب نوشکی کے عوام کو صحت کی بہتر سہولیات کی فراہمی ممکن ہوں گی۔

(محمد سعید بلوچ)

انسدادِ پولیو ٹیم پر حملے میں تین افراد ہلاک، قطرے پینے والا بچہ زخمی

شمالی وزیرستان 28 جون کو افغانستان کے ساتھ پاکستان کے سرحدی علاقوں میں انسدادِ پولیو مہم کے دوران رضا کاروں کی ٹیم پر حملے میں پولیس اہلکار سمیت چار افراد ہلاک ہوگئے۔ خیبر پختونخوا کے ضلع شمالی وزیرستان میں انسدادِ پولیو مہم کی ٹیم پر نامعلوم افراد کی فائرنگ سے ایک بچہ بھی زخمی ہوا ہے۔ حکام کا کہنا ہے کہ ہلاک ہونے والوں میں مہم میں شامل دو رضا کار، ان کی سکیورٹی پر مامور ایک پولیس اہلکار اور وہاں موجود ایک عام شہری شامل ہیں۔ صوبے کی انسدادِ پولیو مہم کے ہنگامی مرکز کے ترجمان ایمل ریاض خان نے وائس آف امریکہ کو بتایا کہ فائرنگ کا یہ واقعہ تحصیل دتہ خیل کے گاؤں تنگ کلی میں پیش آیا۔ شمالی وزیرستان کے ضلعی پولیس افسر کے دفتر نے واقعے کی تصدیق کی ہے۔

(مسعود شاہ)

مزدور اینٹوں کے بھٹے میں گر کر ہلاک

اوکاڑہ یکم جون کو ایک مزدور اینٹوں کے بھٹہ میں گر کر جاں بحق ہوگیا۔ 32 سالہ محمد رفیق آگ کے بھٹہ میں گرنے سے مکمل طور پر جل گیا۔ رینالہ خورد کے نواحی گاؤں 1L/16 میں اینٹوں کے بھٹہ پر کام کرنے کے دوران مزدور آگ میں گر کر جل گیا۔ جان بحق ہونے والے کی شناخت محمد رفیق ولد غلام محمد کے نام سے ہوا ہے جو کہ 1L/18 کا رہائشی ہے۔ پاکستان بھٹہ مزدور فیڈریشن کے صدر نصرت بشیر ظفر نیاس واقعہ کی بھرپور مزمت کرتے ہووے مطالبہ کرتے کیا ہے کہ اس واقعہ کی تفتیش کر کے بھٹہ ملکان کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے

(اصغر حسین حماد)

ووکیشنل ٹریننگ سنٹر قیام کی ضرورت

چمن چمن پریس کلب کے سابق صدر حاجی محمد اصغر اچکزئی، صحافی فتح محمد چمنی، جعفر خان اچکزئی اور حافظ سیف الرحمن صدیق نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ڈسٹرکٹ کوآرڈینیٹر محمد صدیق مدنی کو بتایا کہ ضلع چمن میں آٹھ لاکھ نفوس سے زائد آبادی پر مشتمل شہر ہیں۔ جس میں ووکیشنل ٹریننگ سنٹر نہیں ہے۔ حالانکہ چمن شہر ایک تجارتی اور سرحدی علاقہ ہے۔ ووکیشنل ٹریننگ کی شدید ضرورت ہے۔ سی پیک کی بدولت کئی سالوں سے چمن میں تجارتی منڈیاں بنائے جارہے ہیں۔ جہاں نوجوانوں کو ووکیشنل ٹریننگ کی ضرورت ہوگی۔ گزشتہ ماہ ڈپٹی کمشنر ضلع چمن نے حکام بالا کو بھی آگاہی لیٹر جاری کیا تھا۔ لیکن تاحال کوئی شنوائی نہیں ہوئی ہے۔

(نامہ نگار)

خاتون کی نعش برآمد

لالیاں ابتدائی اطلاعات کے مطابق تھانہ لالیاں کے علاقہ چک بہادر نزد ریلوے لائن 30 سالہ خاتون کی نعش ملی ہے جس کا گلا کٹا ہوا ہے۔ تاحال نعش کی شناخت نہیں ہوسکی۔ واقعہ کی اطلاع ملتے ہی ڈی پی او چنیوٹ کیپٹن (ر) محمد عامر خان نیازی ڈی ایس پی لالیاں، تھانہ لالیاں پولیس موقع پر پہنچ گئی۔ فرانزک ٹیمیں جائے وقوعہ سے شواہد وغیرہ اکٹھے کررہی ہیں۔ پولیس کا کہنا ہے کہ وقوعے کی ہر زاویے سے تحقیق کی جارہی ہے۔ ڈی پی او کیپٹن (ر) محمد عامر خان نیازی نے واقعہ کی تحقیق کیلئے ڈی ایس پی لالیاں کی زیرنگرانی خصوصی ٹیمیں تشکیل دے دیں۔

(سیف علی خان)

تشدد کو جرم قرار دینے کے لیے قانون سازی کی جائے

اسلام آباد: ہفتہ کو تشدد کے خلاف عالمی دن کے موقع پر منعقدہ اجلاس کے مقررین نے اسے مجرمانہ قرار دینے کے لیے قانون سازی کرنے پر زور دیا۔ اس اجلاس کا اہتمام پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے کیا تھا۔ شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے پی پی پی کے سیکرٹری جنرل اور ایچ آر سی پی کونسل کے رکن فرحت اللہ بابر نے کہا کہ تشدد کی ممانعت ہر حال میں ضروری ہے۔ "نہ جنگ کی حالت، نہ سیاسی عدم استحکام اور نہ ہی اعلیٰ حکام کا حکم تشدد کو جواز فراہم کر سکتا ہے۔" تشدد کے متاثرین کو معاوضہ اور بحالی کا حق حاصل ہے،" ان کا کہنا تھا۔ انہوں نے کہا کہ تشدد کے تمام واقعات کی تحقیقات ہونی چاہیے اور قصورواروں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے قانونی ڈھانچے نے 'بلیک ہولز' کی اجازت دی ہے جہاں سے تشدد کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ناممکن ہے۔ محترم بابر نے کہا کہ عدالتی کارروائی سے یہ بات سامنے آئی کہ مشتبہ افراد کو حراست میں لینے کے لیے 'حراستی مراکز' کا استعمال کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ابتدائی طور پر یہ مراکز صرف سابق قبائلی اضلاع میں قائم کیے گئے تھے۔ انضمام کے بعد ضم شدہ اضلاع کے ساتھ امتیازی سلوک کی بنیاد پر اسے پشاور ہائی کورٹ (پی ایچ سی) میں چیلنج کیا گیا۔ اس کے جواب میں، حکومت نے ایک آرڈیننس کے ذریعے ان مراکز کو پورے صوبے تک بڑھا دیا اور دعویٰ کیا کہ اب یہ صرف چند اضلاع کے خلاف امتیازی سلوک نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اکتوبر 2019 میں پی ایچ سی نے حکم دیا کہ ان مراکز کو بند کر کے صوبائی پولیس کے حوالے کر دیا جائے اور جیل مینوئل کے تحت چلایا جائے۔ تاہم اسے سپریم کورٹ میں چیلنج کیا گیا جس نے پی ایچ سی کے حکم پر عملدرآمد روک دیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ آخری سماعت دسمبر 2019 میں ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان نے 2008 میں تشدد کے خلاف کنونشن (سی اے ٹی) پر دستخط کیے تھے اور 2010 میں اس کی توثیق کی تھی، اس کے بعد 2015 میں سینیٹ نے انسداد تشدد اور زیر حراست موت کی روک تھام کا بل متفقہ طور پر منظور کیا لیکن یہ قانون نہیں بن سکا۔ گزشتہ سال جولائی میں سینیٹ سے ایک اور پرائیویٹ بل منظور ہوا تھا لیکن وہ بھی پارلیمنٹ کی راہداریوں میں غائب دکھائی دیتا ہے۔ پارلیمنٹرین کمیشن آن ہیومن رائٹس (پی سی ایچ آر) کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر شفیق چوہدری نے کہا کہ بین الاقوامی قانون میں تشدد کی مکمل ممانعت ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان انسانی حقوق کے مختلف معاہدات کا فریق ہے جو واضح طور پر تشدد پر پابندی عائد کرتا ہے اور اس کی تمام شکلوں اور تمام حالات میں مکمل ممانعت کا مطالبہ کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آئین کے آرٹیکل 14 میں بھی شواہد اکٹھا کرنے کے لیے تشدد پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ اگرچہ پاکستان نے چھ سال قبل کیٹ کی توثیق کر دی تھی لیکن آج تک ایسی کوئی ملکی قانون سازی نہیں ہوئی جو تشدد کو جرم قرار دے۔ 2021 میں سینیٹر شیری رحمٰن کی طرف سے پیش کیا گیا تشدد اور حراستی موت (روک تھام اور سزا) بل سینیٹ سے منظور کیا گیا تھا لیکن اسے ابھی تک قومی اسمبلی سے منظور کیا جانا باقی ہے حالانکہ تشدد کا رواج نہ صرف پولیسنگ سسٹم میں بہت گہرا ہے۔ بلکہ ہمارے پورے قانون نافذ کرنے والے نظام میں بھی۔ اجلاس کی صدارت ایچ آر سی پی کونسل کی رکن نسرین اظہر نے کی۔

(افتخار اے خان)

آن لائن تضحیک نوعمروں میں خودکشی کے خیالات بڑھا سکتی ہے، تحقیق

اسلام آباد نئی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ آن لائن تضحیک (سائبر بُلنگ) یا تنقید کا نشانہ بننے والے بچوں اور نوعمر افراد میں خودکشی کے خیالات آنے اور اس کی کوشش کرنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ فلاڈیلفیا میں واقع لائف اسپین برین انسٹی ٹیوٹ کے چلڈرن ہسپتال کی جرنل آف امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن (جے اے ایم اے) میں شائع ہونے والی تحقیق کے مطابق آف لائن کے مقابلے میں آن لائن تضحیک کے اثرات زیادہ شدید ہوتے ہیں۔ تحقیق سے وابستہ ڈاکٹر رین بارزلے کے مطابق ایک ایسے وقت میں جب نوجوان پہلے سے کہیں زیادہ آن لائن وقت گزار رہے ہیں، یہ تحقیق اس منفی اثر کو واضح کرتا ہے جو ورچوئل اسپیس میں ہونے والی آن لائن تضحیک کے نتیجے میں اپنے اہداف پر پڑ سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نوعمر لڑکے اور لڑکیاں بہت زیادہ وقت آن لائن گزارتے ہیں اور انہیں کئی طرح کے منفی ردِعمل کا سامنا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس کے نتیجے میں وہ ڈپریشن میں چلے جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنا ردِعمل ظاہر نہیں کر پاتے اور رہنمائی کا بھی فقدان ہے۔ انہوں نے کہا کہ اساتذہ اور والدین کو آن لائن پلیٹ فارمز پر تضحیک کے نتیجے میں نوجوانوں پر پڑنے والے دباؤ سے بھی آگاہ ہونا چاہیے۔ امریکا میں 10 سے 24 برس کے بچوں میں مایوسی اور خودکشی موت کی دوسری بڑی وجہ بن چکی ہے جو 2018 کی تحقیقات سے ثابت ہے۔ بچوں اور نوعمروں میں خودکشی کے عوامل کو تاحال مکمل طریقے سے سمجھا نہیں گیا لیکن تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ ماحولیاتی تناؤ اس میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ روایتی تضحیک اور ہم جماعتوں کی جانب سے تضحیک نوجوانوں میں خودکشی کے خطرے کے معروف عوامل ہیں۔ ماہرین نے والدین کو مشورہ دیا ہے کہ وہ آن لائن تضحیک کے عمل پر کڑی نظر رکھیں اور آن لائن رہنے والے بچوں میں ذہنی تناؤ، اداسی اور مایوسی کو ادراک رکھیں۔ کورونا وائرس کی عالمی وبا کے نتیجے میں گھروں تک محصور رہنے کے بعد بچوں میں آن لائن رہنے کا رجحان کئی گنا بڑھا ہے لیکن ان کے دوستوں کے ساتھ رابطہ اور ان کی جانب سے انہیں ستانے اور تضحیک کا عمل بھی بڑھا ہے۔ تاہم اس تحقیق سے پہلے یہ واضح نہیں تھا کہ آن لائن تضحیک خودکشی کے محرکات میں سے ایک ہے۔ مذکورہ تحقیق میں جولائی 2018 سے جنوری 2021 تک امریکا میں 10 ہزار ایسے بچوں کا جائزہ لیا گیا جن کی عمریں 10 تا 13 برس تھیں۔ تحقیق میں دیے گئے سوالنامے کے جوابات سے معلوم ہوا کہ جن بچوں کا آن لائن مذاق اڑایا گیا ان میں دیگر بچوں کے مقابلے میں خودکشی کے خیالات کا رجحان 7.6 فیصد زائد تھا، اس کے علاوہ عمومی پریشانی اور ڈپریشن کا رجحان اس سے بھی زیادہ تھا۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آن لائن تضحیک سے متاثرہ بچے اور نوعمر افراد آف لائن تضحیک سے متاثر ہونے والوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ (بشکریہ ڈان)

تشدد کے متاثرین کے حق میں احتجاج

ملتان پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ملتان چیپٹر نے تشدد کے خلاف عالمی دن کے موقع پر تشدد کے متاثرین کے ساتھ اظہار یکجہتی کے طور پر پریس کلب ملتان کے باہر ایک پرامن احتجاج کیا جس میں ایچ آر سی پی کے اراکین، وکلاء، سیاسی رہنما، محنت کشوں کے حقوق کے کارکنان اور طالبعلموں نے شرکت کی۔ مظاہرین نے پورے ملک میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف سے تشدد کی شدید مذمت کی اور اس کے خاتمے کے لیے فوری طور پر بامعنی اقدامات کی ضرورت پر زور دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ پاکستان کو تشدد کے خلاف عالمی معاہدے کی روشنی میں قانون سازی کرنی چاہیے اور تشدد کو باقاعدہ الگ جرم قرار دینا چاہیے اور اس گھناؤنے فعل میں ملوث عناصر کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح ایچ آر سی پی کے عہدیداروں نے حیدرآباد، کراچی، پشاور، تربت، کوئٹہ، گلگت بلتستان اور لاہور سمیت مختلف مقامات پر تقاریب و احتجاجی ریلیوں کا انعقاد کیا اور تشدد کے متاثرین کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا، اور اس رجحان پر قابو پانے کے لیے ریاست کے اہم اداروں بشمول مقنّنہ، عدلیہ اور انتظامیہ سے اپیل کی کہ وہ اس مسئلے کو سنجیدہ لیں اور اس کے لیے حل کے لیے ٹھوس اقدامات کریں۔ (نامہ نگار)

انسانی حقوق کے عالمی دن

جنوری

27جنوری ہولوکاسٹ کے متاثرین کی یاد میں دعائیہ تقریب کا عالمی دن

فروری

4فروری کینسر کا عالمی دن
6فروری خواتین کے تولیدی اعضاء کو کاٹنے کی ممانعت کا عالمی دن
13فروری ریڈیو کا عالمی دن (یونیسکو)
20فروری سماجی انصاف کا عالمی دن
21فروری مادری زبان کا عالمی دن (یونیسکو)

مارچ

یکم مارچ امتیاز کے خاتمے کا دن (یواین ایڈز)
3مارچ جنگلی حیات کا عالمی دن
8مارچ خواتین کا عالمی دن
15مارچ اسلاموفوبیا کے خلاف قرارداد
15مارچ صارفین کے حقوق کا عالمی دن
20مارچ خوشی کا عالمی دن
21مارچ نسلی امتیاز کے خاتمے کا عالمی دن
21مارچ شاعری کا عالمی دن (یونیسکو)
21مارچ نوروز کا عالمی دن
21مارچ پیدائشی ذہنی معذوری کا عالمی دن
21مارچ جنگلات اور درخت کا عالمی دن
22مارچ پانی کا عالمی دن
23مارچ موسمیات کا عالمی دن (ڈبلیو ایم او)
24مارچ تپ دق کا عالمی دن
24مارچ انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزیوں سے متعلق حقائق کو جاننے کے حق اور متاثرین کی عزت نفس کا عالمی دن
25مارچ غلامی اور غلاموں کی سمندر پار تجارت کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
25مارچ عملے کے زیرحراست اور لاپتہ اراکین سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

اپریل

2اپریل خودفکری سے آگاہی کا عالمی دن
4اپریل کانوں سے متعلق آگاہی اور کانوں سے متعلقہ کارروائیوں میں معاونت کا عالمی دن
6اپریل ترقی اور امن کے لیے کھیل کا عالمی دن
7اپریل روانڈا کے قتل عام کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
7اپریل صحت کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
12اپریل خلا میں انسانی پرواز کا عالمی دن
22اپریل مادر ارض کا عالمی دن
23اپریل کتاب اور حق اشاعت کا عالمی دن
23اپریل انگریزی زبان کا عالمی دن
25اپریل ملیریا کا عالمی دن۔ (ڈبلیو ایچ او)
26اپریل ایجاد کے حقوق کا عالمی دن (ویپو)
28اپریل دوران ملازمت سلامتی اور صحت کا عالمی دن
29اپریل کیمیائی جنگ کے تمام متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
30اپریل جاز (موسیقی) کا عالمی دن

مئی

3مئی آزادی صحافت کا عالمی دن
8-9مئی دوسری جنگ عظیم میں جاں بحق ہونے والے افراد کو یاد کرنے اور ان سے یکجہتی کا دن
10-11مئی نقل مکانی کرنے والے پرندوں کا عالمی دن (یواین ای پی)
13مئی ’’ویساک‘‘ پورے چاند کا عالمی دن
15مئی کنبوں کا عالمی دن
17مئی ٹیلی مواصلات اور معلوماتی اداروں کا عالمی دن (آئی ٹی یو)
21مئی بحث مباحث اور ترقی کے لیے ثقافتی تنوع کا عالمی دن
22مئی حیاتیاتی تنوع کا عالمی دن
23مئی زچگی کے دوران پیدا ہونے والے گھاؤ کے خاتمے کا عالمی دن
29مئی اقوام متحدہ کے امن فوجی دستوں کا عالمی دن
31مئی تمباکو نوشی کی ممانعت کا عالمی دن

جون

یکم جون والدین کا عالمی دن
4جون جارحیت سے متاثرہ معصوم بچوں کا عالمی دن
5جون ماحول کا عالمی دن (یواین ای پی)
8جون سمندروں کا عالمی دن
12جون چائلڈ لیبر کے خلاف عالمی دن
14جون خون کا عطیہ دینے والوں کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
15جون بزرگوں سے ناروا سلوک سے آگاہی کا عالمی دن
17جون زمین کے صحرابُر دھونے اور خشک سالی پر قابو پانے کا عالمی دن
20جون مہاجرین کا عالمی دن
23جون اقوام متحدہ کا خدمات عامہ کا دن
23جون بیواؤں کا عالمی دن
25جون ملاحوں کا عالمی دن (آئی ایم او)
26جون ادویات کے غلط استعمال اور غیر قانونی نقل وحمل کے خلاف عالمی دن
26جون تشدد کے متاثرین کی حمایت میں اقوام متحدہ کا عالمی دن

جولائی

5جولائی تعاون کنندگان کا عالمی دن (جولائی کا پہلا ہفتہ)
11جولائی آبادی کا عالمی دن
18جولائی نیلسن منڈیلا کا عالمی دن
28جولائی ہیپاٹائٹس کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
30جولائی دوستی کا عالمی دن
30جولائی انسانی سمگلنگ کے خلاف عالمی دن

اگست

9اگست دنیا بھر کے مقامی افراد کا عالمی دن
12اگست نوجوانوں کا عالمی دن
19اگست انسانیت پسندی کا عالمی دن
23اگست غلاموں کی تجارت کی یاد آوری اور اس کے خاتمے کا عالمی دن (یونیسکو)
29اگست جوہری تجربات کے خلاف عالمی دن
30اگست جبری گمشدگیوں کے متاثرین کا عالمی دن

ستمبر

5ستمبر خیرات کا عالمی دن
8ستمبر خواندگی کا عالمی دن (یونیسکو)
12ستمبر اقوام متحدہ کا جنوب۔جنوب اشتراک کا دن
15ستمبر جمہوریت کا عالمی دن
16ستمبر اوزون کی تہہ کے تحفظ کا عالمی دن
21ستمبر امن کا عالمی دن
25ستمبر ساحلی علاقوں کا عالمی دن (ستمبر کا آخری ہفتہ)
26ستمبر جوہری ہتھیاروں کے مکمل خاتمے کا عالمی دن
27ستمبر سیاحت کا عالمی دن (یواین ڈبلیو ٹی او)

اکتوبر

یکم اکتوبر معمر افراد کا عالمی دن
2اکتوبر عدم تشدد کا عالمی دن
5اکتوبر اساتذہ کا عالمی دن (یونیسکو)
6اکتوبر جائے پیدائش کا عالمی دن (اکتوبر کا پہلا سوموار)
9اکتوبر ڈاک کا عالمی دن
11اکتوبر بچیوں کا عالمی دن
13اکتوبر آفات میں کمی کا عالمی دن
15اکتوبر دیہی خواتین کا عالمی دن
16اکتوبر خوراک کا عالمی دن (ایف اے او)
17اکتوبر غربت کے خاتمے کا عالمی دن
24اکتوبر اقوام متحدہ کا دن
24اکتوبر ترقی سے متعلق معلومات کا عالمی دن
27اکتوبر سماعتی وبصری ورثے کا عالمی دن (یونیسکو)

نومبر

2نومبر صحافیوں کے خلاف جرائم کے حوالے سے سزا سے استثنیٰ کے خاتمے کا عالمی دن
6نومبر جنگ اور مسلح تنازعات کے دوران ماحول کو نقصان پہنچانے کی ممانعت کا عالمی دن
10نومبر امن اور ترقی کے لیے سائنس کا عالمی دن
14نومبر ذیابیطس کا عالمی دن
16نومبر رواداری کا عالمی دن
16نومبر ٹریفک حادثات کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن (نومبر کا تیسرا اتوار)
19نومبر بیت الخلاء کا عالمی دن
20نومبر بچوں کا عالمی دن
20نومبر فلسفے کا عالمی دن (نومبر کی تیسری جمعرات)
21نومبر ٹیلی ویژن کا عالمی دن
22نومبر صنعت کاری کا عالمی دن
25نومبر خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمے کا عالمی دن
29نومبر فلسطینی عوام سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

دسمبر

یکم دسمبر ایڈز کا عالمی دن
2دسمبر غلامی کے خاتمے کا عالمی دن
3دسمبر معذور افراد کا عالمی دن
5دسمبر معاشی اور سماجی ترقی کے لیے رضا کاروں کا عالمی دن
5دسمبر زرعی زمین کا عالمی دن
7دسمبر شہری ہوا بازی کا عالمی دن
9دسمبر بدعنوانی کے انسداد کا عالمی دن
10دسمبر انسانی حقوق کا عالمی دن
11دسمبر پہاڑوں کا عالمی دن
18دسمبر تارکین وطن کا عالمی دن
20دسمبر انسانی یکجہتی کا عالمی دن

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1	تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔
دفعہ -2	ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقتدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔
دفعہ - 3	ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 4	کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جاسکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔
دفعہ - 5	کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔
دفعہ - 6	ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔
دفعہ - 7	قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔
دفعہ - 8	ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، بااختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔
دفعہ - 9	کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 10	ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق وفرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔
دفعہ - 11	(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جاسکی ہوں۔ (2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔
دفعہ - 12	کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھربار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 13	(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل وحرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔
دفعہ - 14	(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ (2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جاسکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔
دفعہ - 15	(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ (2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔
دفعہ - 16	(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ (2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔ (3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔
دفعہ - 17	(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 18	ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔
دفعہ - 19	ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔
دفعہ - 20	(1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔
دفعہ - 21	(۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔ (3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔
دفعہ - 22	معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشوونما کے لیے لازم ہیں۔
دفعہ - 23	(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب ومعقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔ (3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جاسکے۔ (4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔
دفعہ - 24	ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔
دفعہ - 25	(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح وبہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔ (2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔
دفعہ - 26	(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔ (2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشوونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔ (3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔
دفعہ - 27	(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔ (2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں
دفعہ - 28	ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہوسکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔
دفعہ - 29	(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔ (2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ (3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جاسکتیں۔
دفعہ - 30	اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
”ایوان جمہور“ 107۔ ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15